تیرے عشق نچایا
نگہت عبداللہ
READING
Section

محبت کے سفر میں کوئی بھی راستہ نہیں دیتا
زمیں واقف نہیں بنتی فلک سایہ نہیں دیتا
خوشی اور دکھ کے موسم سب کے اپنے اپنے ہوتے ہیں
کسی کو اپنے حصے کا کوئی لمحہ نہیں دیتا

معمول کے مطابق فجر کی نماز سے فارغ ہوتے ہی وہ کمرے سے نکلی تو روزانہ کی طرح نم اجالے نے اس کا استقبال کیا تھا۔ لاؤنج سے گزرتے ہوئے روزانہ کی طرح اس کے قدم آپ ہی آپ رک گئے اور وہ گلاس وال سے ادھر لان میں شبنم سے نہائے پھولوں کو دیکھتے ہوئے بے ساختہ مسکرائی‘ پھر کچن میں آ گئی۔ بوا جائے نماز پر بیٹھی نماز کے بعد تسبیح میں مصروف تھیں۔ اس نے جلدی سے چائے بنائی ایک کپ بوا کے قریب رکھا اور دو کپ ٹرے میں رکھ کر جلال احمد اور ساجدہ بیگم کے کمرے میں لے آئی۔

”السلام علیکم!“ اس کی نظر پہلے ساجدہ بیگم پر پڑی تھی جو بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔ اس نے چائے کا کپ ان کے قریب کارنر ٹیبل پر رکھا پھر پلٹ کر جلال احمد کو دیکھا جو اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔

”کوئی خاص خبر ہے تایا ابو؟“ اس نے چائے کی ٹرے ان کے سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

”بہت خاص......“ جلال احمد اسے دیکھ کر مسکرائے تو وہ مشتاق ہوئی۔

”مجھے بھی بتائیں تایا ابو کیا خاص خبر ہے؟“

”خاص خبر یہ ہے کہ آج ہماری نشاء کی برتھ ڈے ہے۔“ جلال احمد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے بتایا تو اسے خوشی سے زیادہ حیرانی ہوئی۔

”آپ کو یاد تھی‘ تایا ابو۔“

”نہیں بیٹا! ابھی مجھے تمہاری تائی امی نے بتایا ہے۔“ جلال احمد کی صاف گوئی نے اسے مزید حیران کیا تھا۔ اس نے ساجدہ بیگم کو دیکھا۔ ان کا چہرہ ہمیشہ کی طرح سپاٹ تھا۔

”تھینک یو تائی امی۔“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور چاہتی تھی کہ ساجدہ بیگم کے گلے لگ کر ان سے دعائیں لے مگر فون کی بیل بجنے لگی۔

”میں دیکھتی ہوں۔“ وہ کہتے ہوئے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آئی اور مسلسل بجتے ٹیلی فون کا تیزی سے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو...... ہیلو“ اس کی ہیلو کے جواب میں ادھر سے کوئی بولا ہی نہیں تو اس نے بددلی سے ریسیور پٹخ دیا۔

”کس کا فون تھا؟“ عقب سے احسن کی آواز سن کر وہ فوراً ان کی طرف پلٹی تھی۔

”کس کا فون تھا؟“ احسن نے اپنا سوال دہرایا تو وہ لاعلمی کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔

”پتا نہیں کوئی بولا ہی نہیں۔“ پھر احسن کی تیاری دیکھ کر پوچھنے لگی۔ ”آپ اس وقت کہاں جارہے ہیں؟“

”ہاسپٹل......“ احسن کی نظریں اپنی رسٹ واچ پر تھیں۔

”کیوں؟ میرا مطلب ہے آج تو سنڈے ہے۔“ اس نے جیسے یاد دلایا۔

”پھر......؟“ احسن نظریں اٹھا کر اسے دیکھنے لگے۔

”پھر یہ کہ آپ کیوں جارہے ہیں؟“ وہ قدرے ٹپٹائی۔

”ایمرجنسی کال آئی ہے۔ تم امی ابو کو بتا دینا۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔“ احسن عجلت میں کہتے ہوئے آگے بڑھے تو وہ ان کے پیچھے لپکی۔

”احسن......“

”اب کیا ہے؟“ وہ رکے۔

”وہ...... آپ شاید کچھ بھول رہے ہیں۔“ وہ انہیں اپنی برتھ ڈے یاد دلانا چاہتی تھی۔

”کیا‘ کیا بھول رہا ہوں۔“ احسن نے انتہائی سنجیدگی سے

اسے دیکھا تو وہ جھنجلا گئی۔
"مجھے نہیں پتا۔"
"اسٹوپڈ...... جاؤ اندر اور دیکھو میرے کمرے کی صفائی اچھی طرح کرنا۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئے۔
"صفائی اچھی طرح کرنا' نوکر ہوں نا میں...... نہیں کروں گی' بوا کو بھی منع کردوں گی اور شانی کو بھی۔" وہ مسلسل بڑبڑاتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگی اور جب احسن کے کمرے میں داخل ہوئی تو خود پر غصہ آ گیا۔
"پاگل ہوں میں۔ انہیں میری پروا نہیں اور میں۔" خود پر جھنجلانے کے ساتھ وہ پھیلاوا بھی سمیٹتی جا رہی تھی پھر ڈسٹنگ کرتے ہوئے اس کی نظر ٹیبل پر رکھے پیکٹ پر پڑی تو وہ وہیں گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی۔ پیکٹ پر چسپاں گلابی رنگ کا کارڈ جس پر سنہری حروف میں لکھا تھا۔
"اپنی نشا کے لیے۔"
"احسن......" اس کی نظروں کے سامنے ان گنت دیئے روشن ہو گئے تھے۔ آپ ہی آپ مسکراتے ہوئے وہ پیکٹ پر سے ریپر اتارنے لگی تھی کہ دروازے سے جھانک کر محسن بولا۔
"ارے نشا تم یہاں ہو میں تمہیں سارے گھر میں ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔" وہ ایک دم کھڑی ہو کر یوں محسن کی طرف گھومی کہ پیکٹ اس کے پیچھے چھپ گیا۔
"کیا کر رہی ہو؟" محسن اندر آ گیا۔
"کچھ نہیں' کمرہ ٹھیک کر رہی تھی۔ تم بتاؤ کیوں ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔" اس کے پوچھنے پر جیسے محسن کو یاد آیا۔
"ہاں آج تمہاری برتھ ڈے ہے' ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔" محسن کے پر جوش انداز پر وہ ایک پل کو مسکرائی لیکن اگلے پل اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔
"ارے یہ کیا......؟" محسن فوراً اس کے قریب آیا۔
"سب کو میری برتھ ڈے یاد ہے' نہیں یاد تو ابو جی کو یاد نہیں اور انہیں تو شاید یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ دنیا میں کہیں میں بھی موجود ہوں۔" اس کی آنکھ سے فقط ایک آنسو گرا تھا۔
"پاگل ہو تم' کوئی کسی کو نہیں بھولتا اور چچا جان تمہیں فون کرتے تو ہیں' گفٹ بھی بھیجتے ہیں' خواہ مخواہ شا کی مت ہوا کرو' پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک شخص کی وجہ سے تم باقی محبتوں سے منہ موڑ رہی ہو۔" محسن نے ٹوکتے ہوئے کہا تو وہ فوراً احساس کر کے نادم ہوئی تھی۔
"نہیں تو میں کہاں منہ موڑ رہی ہوں۔"
"تو پھر چلو تمہاری برتھ ڈے مناتے ہیں۔" محسن پھر پر جوش ہوا تھا۔
"نہیں...... نہیں مونی' یہ سب نہیں' بس تم نے وش کر دیا میرے لیے یہی بہت ہے۔ وہ کہتے ہوئے کمرے سے جانے لگی تھی کہ محسن اس کے سامنے آ گیا۔
"کوئی بہت نہیں ہے' کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیے۔ چلو ایسا کرتے ہیں۔" محسن نے رک کر کھڑکی سے باہر نظریں دوڑائیں پھر اسے دیکھ کر بولا۔ "موسم اچھا ہے چلو ریکٹ کھیلتے ہیں۔"
"کیا......؟" وہ پہلے چیخی پھر حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔
"تم...... تم ریکٹ کھیلو گے۔"
"ہاں' میرا بہت دل چاہ رہا ہے۔ تھوڑی سی ایکسرسائز پھر اچھا سا ناشتا۔" محسن بچوں کی طرح خوش ہوا تھا لیکن وہ خائف ہو گئی۔
"نہیں مونی' ایکسرسائز چھوڑو میں تمہیں اچھا سا ناشتہ کرا دیتی ہوں۔"
"بالکل نہیں' پہلے ریکٹ......" ضد بھی بچوں جیسی تھی۔ اس نے بہت منع کیا' سمجھانا چاہا لیکن وہ مانا ہی نہیں۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی لان میں لے آیا اور ریکٹ اٹھا کر ایک اس کے ہاتھ میں تھما دیا...... وہ شش و پنج میں کھڑی تھی۔
"کم آن نشا......" محسن نے پکارتے ہی شٹل کاک اس کی طرف اچھالی تو پہلے ناچار پھر وہ بھی دلچسپی سے کھیلنے لگی تھی یوں کہ سارے خدشے ذہن سے نکل گئے تھے۔ وہ تو جب زور دار شارٹ کے بعد محسن ایک دم دہرا ہو کر گرنے لگا تو اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔
"مونی......" اس نے بھاگ کر محسن کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ "مونی' مونی' میرے پیارے بھائی۔"
"تائی امی' تائی امی۔" وہ پوری قوت سے چیخی اور اس کی چیخ و پکار پر ہی ساجدہ بیگم دہل کر کمرے سے نکلی تھیں کہ گلاس وال سے وہاں کا منظر دیکھتے ہی وہ پہلے ٹیلی فون پر جھپٹی اور کانپتے ہاتھوں سے نمبر پش کرتے ہی تیزی سے بولی تھیں۔
"ایمبولینس۔"

......●❀●......

وہ کچن کے دروازے سے ہی ثریا کو خدا حافظ کہہ کر تیزی

سے آگے بڑھی تھی کہ ادھر سے راحیلہ خاتون سامنے آ گئیں۔

"کہاں جارہی ہو؟" کڑے تیوروں سے پوچھا۔

"کام سے جارہی ہوں مامی جی! اگر آپ کو باہر کا کوئی کام ہے تو بتادیں وہ بھی کرتی آؤں گی۔" اس نے اپنے ازلی اعتماد جسے ڈھٹائی کا نام دیا جاتا تھا' سے جواب دینے کے ساتھ پوچھ بھی لیا۔

"پہلے یہ بتاؤ تم کس کام سے اور کہاں جارہی ہو......؟" راحیلہ خاتون سلگیں۔

"یہ میں واپس آ کر بتاؤں گی۔ ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل آئی گئی۔

چھٹی کا دن ہونے کے باعث سڑکوں پر ٹریفک کا اژدھام نہیں تھا جب ہی وہ مقررہ وقت سے کچھ پہلے ہی مطلوبہ مقام پر پہنچ گئی تھی۔ وسیع رقبے پر پھیلا عالی شان بنگلہ جس کے لاؤنج میں اسے چھوڑ کر ملازم جانے کس سمت غائب ہوگیا تھا۔ اس نے اردگرد نظریں دوڑاتے ہوئے گہری خاموشی محسوس کی پھر کندھے اچکا کر بیٹھتے ہی ٹیبل سے میگزین اٹھالیا۔ جانے بڑے صاحب اسے کتنا انتظار کروائیں گے۔ اسے کچھ کچھ اندازہ تھا اور ذہنی طور پر تیار بھی تھی جب ہی اس نے خود کو میگزین میں مصروف کرلیا تھا۔ پھر کتنی دیر بعد سیٹی نما آواز پر وہ چونک کر دیکھنے لگی۔ وہیل چیئر پر وہ بارہ تیرہ سالہ لڑکا یقیناً بنٹی تھا جس کے لیے اسے بلایا گیا تھا۔

"تم ایسے کیوں دیکھ رہی ہو مجھے ترس کھارہی ہو مجھ پر؟" بنٹی کے چبھتے ہوئے انداز پر وہ ایک دم ہوش میں آئی۔

"کیوں......! تم ایسے تو نہیں ہو جس پر ترس کھایا جائے۔ اچھے بھلے ہو شاندار بنگلے میں رہتے ہو نوکر چاکر ہیں' جو بات منہ سے نکالتے ہو گی فوراً پوری ہوجاتی ہوگی اور......"

"میں چل نہیں سکتا......" بنٹی نے اپنے تئیں اس کی زبان کو لگام دی تھی۔

"تو جو چل سکتے ہیں وہ کیا تیر مار رہے ہیں۔ اصل اپاہج تو وہ ہیں ہاتھ پاؤں سب سلامت پھر بھی کچھ نہیں کرتے۔" اس نے قصداً بنٹی کی بات کو اہمیت ہی نہیں دی تھی۔

"تم کون ہو؟" بنٹی نے غالباً لاجواب ہوکر پوچھا۔

"صبا...... میرا نام صبا ہے۔" اس نے جھٹ تعارف کرایا۔

"میں نے تمہارا نام نہیں پوچھا۔" بنٹی نے فوراً ٹوکا۔

"پھر......؟" اس نے جان بوجھ کر پہلے ناسمجھی سے اسے دیکھا پھر ایک دم سمجھنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "اچھا اچھا میں سمجھ گئی' تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ میں کون...... کہاں سے آئی ہوں...... اور یہاں کیا کررہی ہوں؟ تو اچھے لڑکے' میں ایک مجبور لڑکی ہوں' جاب کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی تھی کہ کسی نے مجھے خان جنید کا نمبر دیا کہ میں ان سے مل لوں' شاید وہ مجھے جاب دلاسکتے ہیں۔"

"بالکل دلاسکتے ہیں۔" بنٹی بے ساختہ بولا۔

"سچ......" وہ خوش ہوکر پوچھنے لگی۔ "خان جنید صاحب تمہارے کون ہیں؟"

"ڈیڈی......وہ میرے ڈیڈی ہیں۔"

"پھر تو تم ان سے میری سفارش کرسکتے ہو۔" وہ کہہ کر اس کی منت کرنے لگی۔

"پلیز تم اپنے ڈیڈی سے کہنا بے شک وہ مجھے اپنے گھر میں نوکر رکھ لیں۔ میں سارے کام کردوں گی۔ کہو گے ناں اپنے ڈیڈی سے' دیکھو میں بہت مجبور ہوں۔ مجھے جاب کی سخت ضرورت ہے۔"

"تو بس تمہاری جاب ہوگئی۔" بنٹی کے شاہانہ انداز پر وہ ایک دم خاموش ہوگئی۔

"کہا نا تمہاری جاب ہوگئی۔ کل سے آجانا۔" بنٹی خود کو بہت بڑا محسوس کررہا تھا۔

"کہاں' میرا مطلب ہے تم مجھے اپنے ڈیڈی سے تو ملوادو پتا نہیں وہ......"

"ڈیڈی میری بات نہیں ٹالتے۔ میں جو کہوں گا وہ وہی کریں گے۔ اب تم جاسکتی ہو۔" بنٹی کے انداز پر وہ بمشکل ہنسی روک کر بولی تھی۔

"او کے باس۔"

"نو باس' میرا نام بنٹی ہے۔" بنٹی کی تنبیہ پر اب وہ مسکرا دی۔

"او کے بنٹی' تھینک یو کل ملاقات ہوگی۔"

"او کے......" بنٹی نے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ جلدی سے باہر نکل آئی اور پہلے اس نے خان جنید کو فون کرکے بتایا کہ بنٹی نے اسے او کے کردیا ہے پھر اندازے سے ایک طرف چل پڑی۔ اس پوش علاقے سے نکلنے میں اسے پندرہ منٹ لگے تھے۔ جب اسٹاپ پر پہنچی تو جاذب کی گاڑی دیکھ کر

اطمینان ہوا کہ بسوں میں دھکے کھانے سے بچ گئی تھی۔
جاذب اسی کی تلاش میں گردن گھما گھما کر دیکھ رہا تھا۔
"کیا پاگلوں کی طرح گردن گھمارہے ہو۔" اس نے جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہی کہا تو جاذب اسے دیکھنے لگا۔ اس کی نظروں میں بے شمار سوال تھے۔ جنہیں وہ پڑھ سکتی تھی بلکہ پڑھ لیا تھا جب ہی کہنے لگی۔
"جب تک تم میری بات کا جواب نہیں دو گے میں بھی کچھ نہیں بتاؤں گی۔"
"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے......" وہ بددل ہوا تھا۔
"پوچھنا بھی مت اور اب چلو مجھے کسی اچھے سے ریسٹورنٹ سے بریانی کھلاؤ۔ ساتھ کولڈ ڈرنک سچ مزہ آجائے گا۔" اس کے چٹخارہ لینے پر جاذب نے دانت پیسے۔
"تم کیوں مجھے تنگ کرتی ہو؟"
"اور تم کیوں تنگ ہوتے ہو۔ میں نے کوئی ایسی فرمائش تو نہیں کی جو ناممکنات میں سے ہو۔ خیر چھوڑو۔ مجھے نہیں کھانی بریانی۔" اس نے سیٹ پر سر ٹکا کر آنکھیں بند کرلیں۔ اس کی بند پلکوں کے اندر جو موسم اتر رہا تھا وہ جاذب دیکھ سکتا تھا اور دیکھ کر ہی اس نے نظریں چرائی تھیں۔
پچیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد جب گاڑی بل کھا کر رکی تب اس نے آنکھیں کھولی تھیں پھر بنا کچھ کہے اپنی طرف کا دروازہ کھولا تو جاذب نے پکارا۔
"صبا ایسا مت کرو۔"
"تم جو کر رہے ہو وہ ٹھیک ہے؟" وہ چیخی۔ "شرم کرو جاذی تم مجھے کچھ اور نہ سمجھو پھر بھی تمہاری پھوپی زاد ہوں اور اس رشتے سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ پھر مجھے راستے میں اتارنے کا مطلب؟"
"تم جانتی ہو......" وہ جز بز ہونے لگا۔
"ہاں جانتی ہوں بزدلی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔" وہ کہہ کر اتر گئی اور جب جاذب گاڑی بڑھا لے گیا تب تاسف سے اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے اس نے گہری سانس کھینچی تھی۔ پھر ست قدموں سے چلتے ہوئے گھر آئی تو آگے وہ راحیلہ خاتون کے ساتھ بیٹھا تھا اسے دیکھتے ہی پوچھنے لگا۔
"تم کہاں سے آرہی ہو؟"
"جہنم سے۔" وہ کوئی لحاظ کیے بغیر بولی۔

......●❀●......

احسن کی نظریں ایمرجنسی کے بند دروازے پر ٹکی تھیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوجائیں انتہائی بے بسی سے انہوں نے ساتھ بیٹھی اپنی ساتھی ڈاکٹر تانیہ کو دیکھا تو وہ نرمی سے ان کا بازو تھام کر بولی۔
"ریلیکس احسن۔"
"میرا بھائی......" ان کے ہونٹوں سے اسی قدر نکلا۔
"جانتی ہوں ڈاکٹر انعام ہیں ناں اندر۔" تانیہ نے انہیں تسلی دی۔
"ہاں لیکن......"
"پلیز احسن تمہارا اندر جانا ٹھیک نہیں کیونکہ تم خود پر کنٹرول نہیں کر پارہے۔ ایسے میں ڈاکٹر انعام کی توجہ بٹ جائے گی۔ وہ تمہیں دیکھیں گے یا تمہارے بھائی کو۔" تانیہ کی آخری بات پر احسن نے خود کو ریلیکس کیا۔
"تم اکثر اپنے اسی بھائی کا ذکر کرتے ہو نا کیا ہوا ہے اسے؟" تانیہ نے پوچھا تو وہ لاعلمی کے انداز میں سر ہلا کر بولا۔
"پتا نہیں صبح تو اچھا بھلا تھا۔ اب پتا نہیں کیا ہوا میں تو صبح سے یہیں تھا۔"
"ٹھیک ہوجائے گا تمہارا بھائی تم پریشان مت ہو۔" تانیہ نے پھر تسلی دی تب ہی جلال احمد تیز قدموں سے قریب آئے تھے۔
"کیسا ہے محسن کہاں ہے؟" احسن انہیں دیکھ کر ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور ایمرجنسی روم کی طرف اشارہ کیا تو جلال احمد ایک نظر ادھر دیکھ کر پوچھنے لگے۔
"ٹھیک تو ہے کوئی سیریس بات تو نہیں؟" احسن کے پاس جواب نہیں تھا جبھی ان سنی کرکے پوچھا۔
"کیا ہوا تھا مونی کو؟"
"پتا نہیں بیٹا تمہاری امی بتارہی تھیں نشاء کے ساتھ بیڈ منٹن کھیلتے ہوئے گرا تھا۔"
"او گاڈ۔" وہ پریشان ہوئے۔ "مونی بیڈ منٹن کھیل رہا تھا ابو آپ کہاں تھے؟" جلال احمد ان کا کندھا تھپک کر رہ گئے۔
"آپ میرے روم میں جا کر بیٹھیں میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔" احسن انہیں بھیج کر پھر تانیہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ان کے چہرے پر اب غصہ بھی جھلکنے لگا تھا۔
"کیا ہوا؟" تانیہ نے دھیرے سے پوچھا تو انہوں نے نفی میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"تم اپنے بھائی سے بہت محبت کرتے ہو۔" تانیہ نے پھر کہا تو ان کا سر اثبات میں ہلا پھر کہنے لگے۔

"بہت...... خود سے بھی بڑھ کر چاہتا ہوں اسے اور میں صرف اسی کی خاطر ڈاکٹر بنا اسی کی خاطر اب اسپشلائزیشن کے لیے امریکہ جارہا ہوں' تاکہ اس کا علاج میں خود کرسکوں۔ یہاں تو ابھی تک ڈائیکنوز ہی نہیں ہو پایا کہ اس کے ساتھ پرابلم کیا ہے؟ کس چیز کی کمی یا زیادتی ہے اس میں جو وہ اپنی جان پر ذرا سی سختی برداشت نہیں کرپاتا' ڈھے جاتا ہے۔"

"شروع سے آئی مین پیدائشی ایسا ہے یا کوئی حادثہ؟" تانیہ نے پوچھا تو ان کا ذہن بہت پیچھے بھٹک گیا۔ اس وقت جب وہ آٹھ سال' محسن پانچ سال اور نشاء چار سال کی تھی۔ تینوں چھت پر کھیل رہے تھے۔ محسن' نشاء سے اس کی گڑیا چھین کر بھاگا تھا جس پر نشاء نے چیخ چیخ کر رونا شروع کردیا تھا۔ ساتھ ساتھ احسن کو پکار رہی تھی اور احسن گڑیا لینے کی خاطر ہی محسن پر جھپٹے تھے جس سے اس کا توازن بگڑ گیا اور وہ چھت سے نیچے جاگرا تھا۔

"کیا سوچنے لگے احسن......" تانیہ نے ٹوکا تو چونکتے ہوئے انہوں نے یوں جھرجھری لی تھی جیسے محسن ابھی ابھی گرا ہو۔

......●❀●......

عشاء کی نماز کے بعد بھی ساجدہ بیگم جانماز پر بیٹھی تھیں۔ ان کی انگلیوں سے تسبیح کے دانے بہت دھیرے دھیرے پھسل رہے تھے۔ نشاء کے آنے کا انہیں پتا ہی نہیں چلا' یوں بھی ان کی آنکھیں بند تھیں۔

"تائی امی!" نشاء نے ڈرتے ڈرتے پکارا تو وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگیں۔

"تائی امی میں نے کچھ نہیں کیا' میری غلطی نہیں ہے۔ میں نے منع کیا تھا مونی کو لیکن وہ زبردستی......" نشاء روہانسی ہوکر بولی تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"بس صفائیاں دینے کی ضرورت نہیں۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہی تائی امی' میرا یقین کریں۔" وہ رو پڑی۔

"میرے یقین اور بھروسے ہی سے تو کھیل رہی ہو تم۔" عجیب چبھن تھی نشاء تڑپ گئی۔

"نہیں تائی امی ایسا نہ کہیں' میں مرجاؤں گی' لیکن آپ کے یقین اور بھروسے کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتی۔"

"بڑے بول مت بولو نشاء' جاؤ اپنے کمرے میں۔" ساجدہ بیگم نے ناگواری سے ٹوک کر تحکم سے کہا تو وہ مرے مرے قدموں سے اپنے کمرے میں آتے ہی بیڈ پر گر کر سسکنے لگی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ فوراً ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی' دروازے کی طرف اس کی پشت تھی اور مارے خوف کے اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ جب احسن سامنے آکر کڑے تیوروں سے اسے دیکھنے لگے تو اسے اپنے پیروں پر کھڑے رہنا دوبھر ہوگیا تھا۔

"کیا تمہیں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ محسن کتنا نازک ہے ہوا کی ذری بھی نہیں سہہ پاتا۔ نہیں نشاء سب جانتی ہو تم' پھر تم نے......؟" احسن سرد چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

"م...... میں نے منع کیا تھا لیکن مونی نہیں مانا۔ میرا یقین کریں۔" اس کی رندھی آواز کا احسن پر اثر نہیں ہوا تھا۔

"کیا یقین کروں...... سب پتا ہے تمہیں' مونی نہیں مان رہا تھا تو تم امی سے کہتیں وہ سمجھا سکتی تھیں اسے۔ پتا ہے ناں میں مونی کے معاملے میں کتنا حساس ہوں۔ مجھے اپنی جان سے بڑھ کر پیارا ہے وہ۔ اس کی طرف سے کوئی کوتاہی کوئی غلطی میں برداشت نہیں کرسکتا' سمجھ رہی ہو ناں۔"

"آ...... ابھی کیسا ہے۔ ٹھیک تو ہے نا۔ مجھے اس کے پاس لے چلیں۔" وہ خود محسن کے لیے بہت پریشان تھی۔

"ابھی نہیں......" احسن نروٹھے پن سے کہہ کر جانے لگے کہ اس نے بے اختیار ان کا بازو تھام لیا۔

"آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"کہیں نہیں جارہا میں تم سو آرام سے۔" احسن جھنجلائے تھے۔

"مجھے نیند نہیں آئے گی۔" وہ پھر روہانسی ہوئی۔

"کیوں...... تمہیں نیند کیوں نہیں آئے گی۔" انہوں نے پیشانی پر بل ڈال کر پوچھا۔ تو وہ منمنائی۔

"جب سب ناراض ہوں تو نیند بھی روٹھ جاتی ہے۔" احسن نے ہونٹ بھینچ کر غالباً خود کو کچھ کہنے سے روکا تھا۔ پھر یک دم نرم پڑ گئے۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ کوئی تم سے ناراض نہیں ہے۔ بس آئندہ احتیاط کرنا' چلو اب سو جاؤ۔"

"آپ کہاں جارہے ہیں؟" اس نے پھر پوچھا۔

"کہاں جاؤں گا مونی کو ہاسپٹل میں اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتا۔ اسی کے پاس جارہا ہوں اور تم پریشان مت ہو صبح مونی آجائے گا...... لوکے۔" آخر میں انہوں نے خوب صورت مسکراہٹ اس کی نذر کی پھر ساجدہ بیگم کو تسلی دے کروہ ہاسپٹل آگئے تو وہاں جلال احمد ان کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے جلال احمد کو گھر بھیج کر فریش جوس لے کر روم میں آگئے۔

محسن چھت پر نظریں ٹکائے سیدھا لیٹا تھا۔ وہ اس کے قریب بیٹھے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں نرمی سے لے کر گویا ہوئے۔

"تم کچھ عرصہ صبر نہیں کر سکتے مونی' کیا ضرورت تھی اچھل کود کرنے کی یا پھر تمہیں ہم سب کو پریشان کرنے کا شوق چرایا تھا۔ تمہاری وجہ سے نشاء کو بھی ڈانٹ پڑی۔"

"اسے کیوں ڈانٹا بھائی وہ تو منع کررہی تھی۔ میں ہی زبردستی......" محسن کو افسوس ہوا۔

"تو کیا نتیجہ نکلا۔ تم صرف خود پر ہی نہیں ہم سب پر بھی ظلم کررہے ہو۔ خدانخواستہ کوئی سیریس بات ہوجاتی تو تم سے پہلے میں مرجاتا۔" احسن کی آخری بات پر وہ روہانسا ہوا۔

"بس کریں بھائی' میں آئندہ ایسا کچھ نہیں کروں گا۔" احسن نے ہونٹ بھینچ کر خود پر قابو پایا پھر کہنے لگے۔

"جانتے ہو ناں میری سب سے بڑی خواہش کیا ہے' میں تمہیں اپنے ساتھ بھاگتا دوڑتا دیکھنا چاہتا ہوں اور ایک دن میری یہ خواہش ضرور پوری ہوگی بس تم ہمت نہ ہارنا سمجھے...... وعدہ کرو تم مجھے مایوس نہیں کروگے۔" محسن نے پلکیں گرا کر گویا وعدہ کیا تھا۔

"تھینک یو۔" احسن نے اس کا ہاتھ چوم کر اپنی آنکھوں سے لگالیا تھا۔

......•❀•......

اس نے جمائی لے کر وال کلاک پر نظر ڈالی۔ رات کا ایک بج رہا تھا۔

"اف میری ماں......" وہ کچھ جھنجلاہٹ اور غصے سے کتاب پٹخ کر اٹھی اور تیزی سے کمرے سے نکل کر کچن میں داخل ہوتے ہی رک گئی اور تاسف سے ثریا کو دیکھنے لگی جو برتن دھونے میں مصروف تھیں۔

"آپ کے کام ختم نہیں ہوئے ابھی۔" وہ خود پر ضبط کی کوشش ترک کرکے تیزی سے آگے بڑھی تھی۔ "بس کریں امی رات کا ایک بج رہا ہے' سوتے سوتے دو بج جائیں گے' پھر صبح اذان کی آواز کے ساتھ ہی اٹھ بھی جائیں گی۔"

"تو اس میں کیا برائی ہے' کام کاج کرتے رہنے سے صحت اچھی رہتی ہے۔" ثریا نے نل بند کرتے ہوئے کہا تو وہ طنزیہ ہنسی۔

"ماشاء اللہ بہت اچھی صحت ہے آپ کی۔ برسوں کی مریض لگتی ہیں۔ اللہ کے واسطے امی خود پر نہیں تو مجھ پر رحم کریں خدانخواستہ آپ کو کچھ ہوگیا تو میرا کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں ہوتا مجھے' خوامخواہ وہم مت کیا کرو۔" ثریا نے پیار سے اس کا گال تھپکا تو وہ زچ ہوگئی۔

"آپ نہیں مانیں گی' چلیں اندر۔" وہ ثریا کو کندھوں سے تھام کر پلٹی تو دروازے میں جاذب کو کھڑے دیکھ کر کاٹ کھانے کے انداز میں پوچھنے لگی۔

"اب تمہیں کیا چاہیے؟"

"وہ کافی مل جاتی تو؟" وہ اپنی گدی کھجاتے ہوئے بولا۔

"کافی......!" صبا نے دانت پیسے۔ "رات کے ایک بجے تمہیں کافی ضرور پینی ہوتی ہے۔ اگر اتنا ہی شوق ہے تو خود بنا لیا کرو۔ ہم تمہارے نوکر نہیں ہیں۔"

"صبا......" ثریا نے پریشان ہوکر اسے ٹوکا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے۔ ایسے بات کرتے ہیں۔"

"جانے دیں پھپو۔ میں اس کی بدتمیزیوں کا برا نہیں مانتا۔" جاذب کے معصوم بننے پر وہ مزید سلگی۔

"اوہو......خود تو جیسے بڑے تمیزدار ہو۔"

"صبا تم کمرے میں جاؤ' چلو شاباش۔ جاذب بیٹا تم اس کی باتوں کا برا مت ماننا۔" ثریا نے ایک ساتھ دونوں کو مخاطب کیا۔

"ارے نہیں پھپو۔ آپ نہ پریشان ہوں۔ آپ کی خاطر میں اس کی کڑوی گولیاں شہد سمجھ کر نگل لیتا ہوں۔" وہ تسلی ثریا کو دے رہا تھا دیکھ اسے رہا تھا۔

"تو پھپو کی خاطر کافی بھی خود ہی بنالو یا اپنی ماں بہن سے کہو وہ بنادیں گی۔" اس پر ثریا کے ٹوکنے کا کوئی اثر نہیں ہورہا تھا۔ جاذب کو جلی کٹی سنا کر ثریا کو کھینچتے ہوئے کمرے میں لے آئی تھی۔

"بس اب آپ سو جائیں' جاذب کی فکر میں گھلنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔"

"کافی بنانے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔" ثریا کا دھیان اس

کی طرف ہی تھا۔

"کوئی دیر نہیں لگتی' وہ اپنی اماں سے کہے یا بہن سے وہ بنا دے گی۔" اس نے زبردستی ثریا کو پلنگ پر بٹھاتے ہوئے کہا تو وہ عاجز ہوکر بولی۔

"کیوں ایسی باتیں کرتی ہو تم' جب پتا ہے کہ کام کاج کی ساری ذمہ داری مجھ پر ہے پھر بار بار ٹوکنے کا مطلب؟"

"اف کتنے آرام سے کہہ دیا آپ نے ساری ذمہ داری آپ پر ہے اور باقی سب لوگ وہ کیا صرف کھانے کے لیے ہیں۔" وہ پھر چڑی۔

"صرف کھانے کے لیے کیوں۔ ماشاء اللہ کماتے بھی ہیں اور شکر کرو دو وقت روٹی' ہمیں بھی مل جاتی ہے۔"

"تو دو وقت روٹی کا قرض چکاتی ہیں آپ۔" اس نے دکھ سے ثریا کو دیکھا۔

"یہی سمجھ لو......" ثریا نے لیٹ کر اس کی طرف سے کروٹ بدلی تو کتنی دیر وہ ان کی پشت پر نظریں جمائے بیٹھی رہی پھر اٹھ کر لائٹ آف کی اور اپنی جگہ پر لیٹتے ہی تکیہ منہ پر رکھ لیا۔ سسکیاں گھٹ گئی تھیں لیکن آنکھوں کا سیلاب سارے بند توڑ گیا تھا۔

صبح اس نے ناشتے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ بس گھونٹ گھونٹ چائے پیتی رہی اور ثریا اسے دیکھ کر کڑھتی رہی بولی کچھ نہیں تھی کیونکہ اس کی آنکھیں شدت گریہ کا پتا دے رہی تھیں۔

چائے کے بعد وہ آرام سے تیار ہوئی پھر بیگ اٹھا کر کمرے سے نکلی تو لاؤنج میں نگار کو بیٹھے دیکھ کر اسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ نگار چہرے پر ماسک لگائے بالکل بت بنی بیٹھی تھی۔

"کچھ بھی کرلو کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔" وہ شرارت سے کھنکھار کر بولی تو نگار سلگ گئی۔

"تم جلتی کیوں ہو۔"

"ارے ارے بولو مت' چہرے پر مزید لکیریں پڑ جائیں گی۔" اس نے ٹوکا تو نگار فوراً سابقہ حالت میں آ گئی۔

"میرا مشورہ مانو چہرے کی بجائے دل پر توجہ دو۔ دل صاف ہو تو چہرہ شاداب نظر آتا ہے۔" وہ چھیڑنے سے باز نہیں آئی۔

"یہ نسخہ تم خود پر کیوں نہیں آزماتیں۔" نگار پھر تلملائی تھی۔

"آزما کر ہی مشورہ دے رہی ہوں۔ ویسے تمہاری مرضی۔" وہ کہہ کر ہنستے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔

......●✿●......

خان جنید کچھ ضروری کاغذات چیک کرتے ہوئے بار بار نظریں' اٹھا کر بنٹی کو دیکھ رہے تھے جو ناراض اور غصے میں لگ رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے ملازم اس کے سامنے جوس کا گلاس رکھ کر گیا تھا وہ ویسے ہی رکھا تھا۔ بنٹی نے اسے چھوا تک نہیں تھا۔ خان جنید نے کاغذات بریف کیس میں رکھ کر دوسرے صوفے پر بیٹھی مدیحہ کو دیکھا پھر بنٹی کو مخاطب کیا۔

"بنٹی بیٹا تم کیوں ایسے بی ہیو کررہے ہو' کیا چاہیے تمہیں؟"

"کچھ نہیں' مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" بنٹی نے بدتمیزی سے جواب دیا۔ خان جنید ضبط کرگئے۔

"پھر کیا پرابلم ہے؟"

"میں...... فیل کرتا ہوں' بہت زیادہ۔" بنٹی نے کوئی نئی بات نہیں کی تھی۔ خان جنید زچ ہوکر کہنے لگے۔

"اب اس کا میں کیا علاج کروں۔ تم اپنے فرینڈز کو بلا لیا کرو' پھر گھر میں تمہارے پاس سب کچھ ہے کمپیوٹر' نیٹ' موویز......"

"بس پاپا میں اکتا گیا ہوں ان سب چیزوں سے' میں زندہ انسانوں سے بات کرنا چاہتا ہوں جو میری سنیں' اپنی سنائیں۔" بنٹی نے تنگ ہوکر کہا تو خان جنید فوراً بولے۔

"تمہارے فرینڈز۔"

"کسی کے پاس فالتو ٹائم نہیں ہے پاپا۔ کوئی مجھ اپاہج کو زیادہ دیر کمپنی نہیں دے سکتا۔" بنٹی کے پاس ہر بات کا جواب موجود تھا۔ خان جنید نے جیسے لاجواب ہوکر مدیحہ کو دیکھا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"ایسا نہیں کہتے بنٹی' تم اپاہج نہیں ہو اپنا ہر کام خود کرسکتے ہو۔"

"مت بہلائیں مجھے آپی۔" بنٹی ناراض ہوا تو مدیحہ خاموش ہوگئی۔

"مدیحہ......" کچھ دیر رک کر خان جنید مدیحہ سے مخاطب ہوئے۔ "بیٹا تم یہاں بنٹی کے پاس کیوں نہیں آجاتیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے پاپا کہ میں اپنا گھر چھوڑ کر یہاں بنٹی کے پاس آجاؤں یا تو آپ کو میری شادی ہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔" مدیحہ ان سے کہہ کر بنٹی کی طرف گھومی۔ "اور بنٹی تم کوئی چھوٹے بچے نہیں ہو تمہیں خود سمجھنا چاہیے فیل کرتے ہو تو اس

کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھے اور پاپا کو پریشان کرو۔ پاپا تمہارے لیے جو کرسکتے ہیں کررہے ہیں اور کیا چاہتے ہو؟"

"آپ ایسا کریں آپی مجھے تھرڈ فلور سے نیچے دھکا دے دیں۔ میں آپ کے لیے پرابلم ہوں ناں تو آپ لوگ اسی طرح مجھ سے چھٹکارہ حاصل کرسکتے ہیں۔" بنٹی کی بات پر خان جنید خود پر قابو نہیں پاسکے غصے سے چلائے اٹھے۔

"جسٹ شٹ اپ بنٹی، جاؤ اپنے کمرے میں۔"

"پاپا پلیز۔" مدیحہ نے ملتجی انداز میں خان جنید کو دیکھا پھر بنٹی سے بولی۔ "تم پرابلم نہیں ہو بنٹی میں، پاپا، ہم سب تم سے پیار کرتے ہیں بیٹا لیکن ہماری کچھ مجبوریاں ہیں۔"

"ہونہہ مجبوریاں......" بنٹی نے تنفر سے سر جھٹکا پھر وہیل چیئر کا رخ موڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا تھا کہ دروازے سے داخل ہوتی صبا کو دیکھ کر اس کے وہیل پر حرکت کرتے ہاتھ رک گئے۔

"السلام علیکم!" صبا نے قدرے فاصلے پر رک کر سلام کیا تو خان جنید قصداً انجان بن کر پوچھنے لگے۔

"ہو آر یو؟"

"شی از مائی ٹیچر......" صبا سے پہلے بنٹی بول پڑا۔ "اسے میں نے اپائنٹ کیا ہے آپ کو کوئی اعتراض ہے؟"

"نہیں، لیکن......" خان جنید جانے کیا کہنے جارہے تھے کہ بنٹی نے انہیں بولنے ہی نہیں دیا۔

"آؤ صبا میرے کمرے میں چلو۔" صبا نے قدم بڑھانے سے پہلے خان جنید کو دیکھا اور ان کا اشارہ ملنے پر بنٹی کی چیئر دھکیلتی ہوئی اس کے کمرے میں چلی آئی۔

"تھینک گاڈ۔" خان جنید نے اطمینان کا سانس لیا پھر مدیحہ کو صبا کے بارے میں بتا کر بولے تھے۔

"میرا خیال ہے یہ لڑکی بنٹی کو ہینڈل کرلے گی۔"

......☆☆☆......

اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے محسن کو جلال احمد کے ساتھ آتے دیکھا تھا اس کے بعد کتنی دیر انتظار کرتی رہی جب یقین ہوگیا کہ ساجدہ بیگم اور جلال احمد محسن کو آرام کرنے کی تاکید کرکے اپنے کمرے میں جاچکے ہوں گے تب وہ محسن کے کمرے میں آئی تو وہ جو سیدھا لیٹا تھا گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ کچھ سہمی ہوئی اور مجرم سی بنی کھڑی تھی۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو یہاں آؤ۔" محسن نے کہا تو وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی بیڈ کے قریب آگئی۔

"کیا بات ہے، یوں منہ لٹکائے کیوں کھڑی ہو۔ زندہ ہوں، مر تو نہیں گیا۔" محسن نے ہلکا پھلکا انداز اختیار کیا پھر بھی اس نے سہم کر بے اختیار اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"مونی مت ایسی باتیں کیا کرو۔"

"کیوں مرنا نہیں ہے کیا، جب ایک بات طے ہے تو پھر اس سے بھاگنا کیسا؟" محسن باز نہیں آیا تو وہ منہ پھلا کر بولی۔

"میں جارہی ہوں۔"

"اچھا چلو نہیں کروں گا ایسی باتیں، تم بھی اپنی شکل سیدھی رکھا کرو۔ ہروقت منہ پر بارہ بجائے رکھتی ہو۔"

"میری شکل ہی ایسی ہے۔" اس کا انداز ہنوز تھا۔

"ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مانتا ہوں۔" وہ شرارت سے مسکرایا تب وہ اصل بات کی طرف آئی۔

"اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

"دیکھ لو بھلا چنگا ہوں، کوئی کام ہو تو بتاؤ۔" محسن درحقیقت اسے مجرمانہ احساس سے نکالنا چاہ رہا تھا۔

"بس زیادہ طرم خان بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ آرام سے لیٹے رہو اور مجھے بتاؤ تمہیں کچھ چاہیے تو۔ میرا مطلب ہے کھانے پینے میں جوس وغیرہ......" اس نے قدرے رعب جما کر پوچھا تو وہ بے دلی سے بولا۔

"نہیں نشاء یہ سب نہیں۔"

"پھر اور کیا لاؤں؟" اس نے پوچھا تو وہ یکلخت آزردگی میں گھر گیا۔

"لاسکتی ہو تو کوئی ایسی دوا لادو جسے پی کر میں زندوں میں شامل ہوجاؤں یا پھر مردوں میں۔ یہ درمیان کی کیفیت تو بڑی تھکا دینے والی ہے نشاء۔ تھک گیا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا تھا۔

"مونی......" نشاء کے صرف ہونٹ ہلے تھے۔ دل دکھ سے بھر گیا آنکھیں بھی جل تھل ہوگئی تھیں۔ کتنی دیر وہ ساکت کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر پلٹ کر اس کے کمرے سے نکل آئی۔ جلال احمد کے کمرے سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔ اس نے غور کیا تو وہ احسن سے بات کررہے تھے۔ موضوع یقیناً محسن تھا۔ وہ دبے پاؤں آگے بڑھی تو ساجدہ بیگم کو لابی سے نکلتے دیکھ کر پھر رک گئی۔

"شالی کہاں ہے؟" ساجدہ بیگم نے اسے دیکھتے ہی

ملازمہ شالی کا پوچھا تو اس نے سر ہلا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

"عجیب لڑکی ہے صبح سے کہہ رہی ہوں گیسٹ رومز کی صفائی کردے۔" ساجدہ بیگم نے اسی قدر کہا تھا کہ وہ بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

"کوئی مہمان آرہے ہیں تائی امی؟"

"نہیں، تمہارے ابو آئیں گے۔" ساجدہ بیگم کا انداز سرسری تھا وہ چونک گئی۔

"ابو...... کب آرہے ہیں؟"

"ابھی کچھ ٹھیک سے بتایا نہیں ہے انہوں نے...... دو ہفتے یا دو مہینے بعد۔ ایسا ہی کچھ کہہ رہے تھے۔"

"اکیلے آئیں گے؟" اس نے پھر پوچھا۔

"اکیلے کیوں، بیوی بچوں کو کہاں چھوڑیں گے۔ انہیں بھی ساتھ لے کر آئیں گے۔" ساجدہ بیگم کی ناگواری محسوس کر کے وہ خاموش ہوگئی تو پھر وہ خود ہی بولنے لگیں۔

"اچھا ہے ناں بلال احمد نے گھر بسا لیا تھا کم از کم بڑھاپے کا سہارا تو ہوگیا ورنہ تو زندگی مشکل ہو جاتی پھر کوئی بیٹا بھی نہیں تھا اور بیٹیاں کب تک ساتھ دیتی ہیں۔ تمہارے لیے بھی اچھا ہے اگلے گھر جاؤ گی تو ساتھ یہ فکر تو نہیں ہوگی کہ ابو اکیلے ہیں۔ ایک طرح سے اطمینان ہی رہے گا۔"

"اطمینان......" وہ ساجدہ بیگم کو بولتا چھوڑ کر اپنے کمرے میں آگئی۔ دل پر جانے کیسا بوجھ آن پڑا تھا۔

اسے بالکل یاد نہیں تھا کہ وہ اس گھر میں کب آئی تھی۔ کب ساجدہ بیگم کی گود میں ڈالی گئی تھی نہ اسے اپنی امی کا پتا تھا' ہوش سنبھالنے سے بھی پہلے سے وہ خود کو یہیں دیکھ رہی تھی۔ اس وقت اس کے ابو بلال احمد بھی ساتھ تھے۔ پھر ابھی وہ لڑکپن کی عمر میں ہی تھی کہ اس کے ابو بھی اسے چھوڑ کر سات سمندر پار جا بسے۔ شروع میں وہ انہیں بہت یاد کرتی تھی لیکن پھر وقت نے سب بھلا دیا اور وہ اس گھر کے مکینوں کو ہی اپنا سب کچھ سمجھنے لگی۔ جلال احمد، ساجدہ بیگم پھر احسن اور محسن نے بھی اس کا بہت خیال رکھا تھا۔ ابھی بھی سب اس سے بہت محبت کرتے تھے وہ بھی سب پر جان چھڑکتی تھی اور یہ فطری بات تھی کیونکہ اپنی اب تک کی زندگی میں اس نے ان رشتوں کے علاوہ کسی اور کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ البتہ کبھی کبھی سوچتی ضرور تھی۔ خصوصاً اپنی ماں کو جس کے بارے میں جب بھی اس نے ساجدہ بیگم سے پوچھا تو خواہ وہ اس وقت اس سے کتنے لاڈ کر رہی ہوتیں' اس کے سوال پر خاموشی اختیار کر لیتی تھیں۔ ایسی خاموشی جو اسے مزید کچھ پوچھنے کی اجازت نہیں دیتی تھی جبکہ احسن اور محسن لاعلمی کا اظہار کرتے تھے کہ انہیں کچھ پتا نہیں' بہرحال ایک معمہ تھا جسے جب بھی وہ سوچنے یا حل کرنے کی کوشش کرتی اس کا دھیان بٹ جاتا یا بٹا دیا جاتا اور پھر دنوں' مہینوں اسے خیال نہیں آتا تو اس کی وجہ سب کی محبتیں تھیں جن میں وہ پروان چڑھی تھی اور اب تو ان محبتوں میں ایک اور رنگ بھی شامل ہوگیا تھا اور وہ تھا احسن کا اظہار جس نے اس کے دل کی دنیا تہہ و بالا کر دی تھی۔ محبت کا یہ رنگ سب رنگوں پر حاوی ہوگیا تھا اور وہ ٹین ایج لڑکی سہانے سپنوں میں کھو کر یہ بھول ہی گئی کہ کوئی اور بھی اس کا دعویدار ہوسکتا ہے۔

"ابو جی کیوں آرہے ہیں؟" اس نے سوچا تھا کہ احسن نے کمرے میں داخل ہو کر اسے پکارا۔

"نشاء......" وہ چونکی اور پلکیں جھپک کر آنکھوں میں ٹھہری نمی اپنے اندر اتارنے لگی۔

"کیا بات ہے تم رو رہی ہو؟" احسن اس کا چہرہ دیکھ کر ٹھٹکے تھے۔ "کسی نے کچھ کہا ہے؟"

"نہیں، مجھے کہاں کوئی کچھ کہتا ہے' سب اتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے۔ تایا ابو' تائی امی' مونی' آپ......" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھ نہیں پا رہی تھی۔

"نشاء ادھر میری طرف دیکھو۔" انہوں نے ٹوکا تو وہ ایک دم ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔

"کیا پاگل پن ہے یار...... مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔ میری کوئی بات بری لگی ہے...... بتاؤ۔" انہوں نے اس کی دونوں کلائیاں تھام کر چہرے سے اس کے ہاتھ ہٹائے تو نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کے منہ سے بلاارادہ نکلا تھا۔

"ابو جی......"

"کیا ابو جی...... فون آیا تھا چچا جان کا۔ انہوں نے کچھ کہا ہے۔" احسن نے اس کی کلائیاں چھوڑ کر پوچھا۔

"نہیں' وہ آرہے ہیں۔" اس نے بتایا تو وہ حیران ہوئے۔

"ارے یہ تو خوشی کی بات ہے۔"

"ہاں' لیکن میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔" اس کے خدشے پر انہیں بے طرح پیار آیا۔

"بے وقوف' تمہیں کون جانے دے گا۔ تم یہیں

رہوگی ہمیشہ۔“
”سچ.....آپ سچ کہہ رہے ہیں نا۔“ اس کی خوشی میں ہلکی سی غیر یقینی بھی تھی۔
”یہ تو تم پر منحصر ہے کہ تم یہاں رہو یا ان کے ساتھ۔“ انہوں نے کہا تو وہ فوراً بولی تھی۔
”میں یہیں رہوں گی۔“

راحیلہ خاتون پورے دھیان سے نگار کی بات سن رہی تھیں جب ہی انہیں جاذب کی آمد بری لگی تھی۔
”اچھا امی میں جا رہا ہوں۔“ جاذب عجلت میں تھا اور راحیلہ خاتون نے اس سے زیادہ عجلت دکھائی۔
”جاؤ بیٹا اللہ کی امان۔“ لٹھ مار کر وہ پھر نگار کی طرف متوجہ ہوئی تھیں کہ صبا کی آواز پر تلملا گئیں۔ وہ کہہ رہی تھی۔
”رکو جاذی میں بھی چل رہی ہوں۔“ جاذب نے بوکھلا کر راحیلہ خاتون کو دیکھا ان کی پیشانی پر بے شمار بل پڑ گئے تھے۔
”تت.....تم کہاں جا رہی ہو؟“ راحیلہ خاتون کو سنانے کی خاطر جاذب نے اپنے تئیں صبا پر رعب ڈالا تھا۔
”مجھے ایک جگہ جانا ہے۔ ڈراپ کر دینا۔“ صبا صورت حال سے محظوظ ہو کر بولی تھی۔
”سوری مجھے پہلے ہی دیر ہو رہی ہے۔ اچھا امی خدا حافظ۔“ جاذب تیزی سے نکل گیا۔
”جا سکتی ہوں میں کسی کی محتاج نہیں ہوں۔“ صبا بھی اونچی آواز میں بولتی ہوئی نکل گئی تھی۔
”دیکھا امی!“ نگار نے فوراً راحیلہ خاتون کو اکسایا۔
”دیکھ رہی ہوں سب دیکھ رہی ہوں ان ماں بیٹی کے لچھن اور جاذب کو بھی دیکھ رہی ہوں بہت چاپلوسی کرنے لگا ہے ثریا کی۔ ضرور کچھ گھول کر پلا رہی ہے میرے بیٹے کو۔“ راحیلہ خاتون جل کر بولیں تھیں۔
”بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ مجھے تو شروع سے پھپو کی نیت ٹھیک نہیں لگی زبردستی صبا کو جاذب کے سر تھوپنا چاہتی ہیں۔“ نگار نے کہا تو وہ دانت پیس کر بولیں۔
”میری جوتی یہ کلموہی رہ گئی ہے میرے جاذب کے لیے۔“
”ارے امی آپ بہت بھولی ہیں آپ کو پتا ہی نہیں اندر ہی اندر کیا کھچڑی پک رہی ہے۔“

”ذرا میں بھی سنوں۔ کیا کھچڑی پک رہی ہے بتاؤ۔“ راحیلہ خاتون نے کڑے تیوروں سے نگار کو دیکھا تو وہ سر جھٹک کر بولی۔
”رہنے دیں امی۔ آپ بس جاذب کو ٹائٹ رکھیں۔“
”ارے جاذب میری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ سانس بھی مجھ سے پوچھ کر لیتا ہے۔“ راحیلہ خاتون نے اپنا سینہ ٹھونک کر کہا۔
”اچھا چھوڑیں میں آپ کو عمیر کے بارے میں بتا رہی تھی۔“ نگار کے یاد دلانے پر وہ پھر پورے دھیان سے اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔
”ڈیفنس میں رہتا ہے عمیر بہت امیر کبیر باپ کا بیٹا ہے۔ کل کالج کے بعد وہ مجھے پی سی لے گیا تھا۔ وہیں ہم نے لنچ کیا۔ سچ امی بہت مزہ آیا اتنا شاندار ماحول اور ایسا اعلیٰ کھانا سچ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کبھی پی سی میں لنچ کروں گی۔“ نگار ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔
”کیوں نہیں۔ تمہاری قسمت تمہیں اس سے بھی اونچا لے جائے گی۔ دیکھنا کس شان سے رخصت کروں گی تمہیں۔“
”پہلے اس صبا کی بچی کو دفعان کریں امی اس کے ہوتے تو میرا کچھ نہیں بننے والا۔“ نگار کو گویا صبا کے مقابلے میں اپنی کم روی کا احساس تھا۔
”ارے اس کا تو میں ایسا بندوبست کروں گی کہ یاد رکھے گی اور تم دیکھنا میں......“ نگار کا سیل فون بجنے سے راحیلہ خاتون کی بات ادھوری رہ گئی۔
”عمیر کا فون ہے۔“ نگار سیل فون کان سے لگا کر کمرے سے نکل گئی تو راحیلہ خاتون کچھ سوچ کر اٹھیں پھر دندناتی ہوئی ثریا کے سر پر جا پہنچیں۔
”ثریا...... یہ صبا روز بن ٹھن کر کہاں جاتی ہے؟“
”جی......“ ثریا خائف ہوئی۔
”میں پوچھ رہی ہوں صبا کہاں گئی ہے؟“ راحیلہ خاتون نے مزید تیز لہجے میں اپنی بات دہرائی تو ثریا دھیرے سے بولی۔
”کالج......“
”اب کون سا کالج امتحانوں کے بعد کون سی پڑھائی ہوتی ہے بی بی۔ تم بھی پڑھی لکھی ہو جاہل نہیں ہو اتنا تو تمہیں

بھی پتا ہوگا۔"
"جی پتا ہے وہ اصل میں آج کالج میں......"
"بس زیادہ صفائیاں مت دو۔" راحیلہ خاتون اس کی بات کاٹ کر دھاڑیں۔ "سب جانتی ہوں میں۔ تم کیسی ماں ہو ذرا فکر نہیں جوان جہان لڑکی روز نکل جاتی ہے کل کلاں کو کوئی بات ہوگئی تو۔"
"بھابی......" ثریا نے بے اختیار ٹوکا۔
"اوہو بہت بری لگ گئی میری بات جب زمانہ انگلیاں اٹھائے گا تب کس کس کو روکو گی۔ میں کہتی ہوں لگام ڈال کے رکھو بیٹی کو۔ کوئی بات ہوگئی تو ہم ذمہ دار نہیں۔ سمجھی۔" راحیلہ خاتون نے آخر میں نخوت سے سر جھٹکا تھا۔

......☆☆☆......

وہ کالج سے نکلی تو جاذب پہلے سے موجود تھا۔ اسے دیکھتے ہی گاڑی اس کے قریب لے آیا اور اس کی طرف کا دروازہ کھولا تو وہ غصے سے بولی۔
"خبردار جو مجھے لفٹ دینے کی کوشش کی۔ میں ہرگز تمہاری گاڑی میں نہیں بیٹھوں گی۔"
"تمہاری مرضی۔" جاذب نے کندھے اچکائے پھر ایک دم اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کے اندر کھینچ کر دروازہ بند کردیا۔
"اب جتنا مرضی برا بھلا کہنا ہو کہہ لو۔"
"تو یہ کیسی سڑی گری ہے۔" وہ یکسر انجان بن کر اپنا چہرہ تھپتھپانے لگی۔
"ہاں اب سورج سے لڑنا شروع کردو کہ وہ اتنی آگ کیوں برساتا ہے خصوصاً جب تم گھر سے نکلتی ہو۔" وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔
"میں تمہارا مطلب اچھی طرح سمجھتی ہوں۔" اس کے تیکھے انداز پر وہ مسکرانے لگا۔
"اسی لیے تو تم مجھے اچھی لگتی ہو۔ تمہارے ساتھ مغز ماری نہیں کرنی پڑتی فوراً بات پک کرلیتی ہو۔"
"کاش یہ کوالٹی تم میں بھی ہوتی۔" وہ حسرت سے بولی۔
"کیا مطلب؟" وہ پوچھ کر پچھتایا۔ "میں تمہارا مطلب اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔"
"ہاہاہا......" وہ زور زور سے ہنسنے لگی تو اپنی خجالت مٹانے کو جاذب نے ٹیپ آن کردیا۔ تیز میوزک میں حبا کی ہنسی دب گئی تھی۔ جس کا بدلہ اس نے یوں لیا کہ جب ہمیشہ کی طرح جاذب نے گھر سے کافی فاصلے پر گاڑی روکی تو اس نے اترنے سے انکار کردیا۔
"سنو...... اگر تم میری مجبوری نہیں سمجھوگی تو کون سمجھے گا۔ اصل میں امی ذرا پرانے خیالات کی ہیں اور تم ان کے سامنے ہی......" جاذب سنجیدہ ہوکر اسے سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ بول پڑی۔
"ان کے سامنے نگار تو بڑے آرام سے اپنے یونیورسٹی فیلوز کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھ کر آتی ہے تب تو مامی جی بہت روشن خیال بن جاتی ہیں۔"
"نگار کی بات مت کرو۔" وہ بھڑک پڑا۔
"کیوں نگار آسمان سے اتری ہے کیا۔" وہ تڑخ کر بولی اور اس کے ہونٹ بھینچتے پر ایک دم دروازہ کھول کر اتری اور تیز قدموں سے چلتی گھر آگئی۔ اسے جاذب پر جس قدر غصہ تھا اس سے کہیں زیادہ دکھ اس کی بزدلی پر تھا۔ محبت کے دعوے تو بہت کرتا تھا لیکن اتنی ہمت نہیں تھی کہ راحیلہ خاتون کی موجودگی میں اس سے بات کرسکے۔ وہ اگر اس کے لیے دل میں نرم گوشہ نہ رکھتی تو کب کی اس کی محبت پر لعنت بھیج چکی ہوتی۔ یہاں اپنے دل کے ہاتھوں وہ بھی مجبور تھی۔ جس نے لڑکپن کی حدود پار کرتے ہی اس کے نام پر دھڑکنا شروع کردیا تھا۔ پھر جاذب نے اس کی آنکھوں میں ایسے خواب سجائے تھے جن سے اب دستبردار ہونے کو وہ تیار ہی نہیں تھی۔ اس وقت وہ بری طرح جھنجلا رہی تھی اسے گالیاں بھی دیں پھر ہمیشہ کی طرح سر جھٹک کر کچن میں آگئی اور رات کے کھانے کی تیاری کرنے لگی۔
"کیا پک رہا ہے؟" وہ سالن بھون رہی تھی جب نگار نے آکر پوچھا تو وہ جل کر بولی۔
"بھیجا۔"
"بھیجا......" نگار بدمزہ ہوکر چیخی۔ "یہ بھیجا پکانے کا مشورہ کس نے دیا تم کو۔"
"کسی نے نہیں اپنی مرضی سے پکا رہی ہوں۔"
"اوہو تمہاری مرضی کب سے چلنے لگی۔" نگار کے طنز کو اس نے کوئی اہمیت نہیں دی اپنے کام میں مصروف رہ کر بولی۔
"جب سے میں اس دنیا میں آئی ہوں۔"
"لیکن اس گھر میں تمہاری مرضی نہیں چلے گی۔ ایسا ہی شوق ہے تو اپنے گھر......"

نگار کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ چیخ زور سے پٹیلی میں پٹخ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ ثریا جانے کہاں تھیں۔ اس نے دیکھنے جاننے کی سعی نہیں کی اور سر تک چادر اوڑھ کر لیٹ گئی۔ گو کہ اسے پہلی بار ایسا کچھ سننے کو نہیں ملا تھا وہ بچپن سے ایسی باتیں سنتی آ رہی تھی، کبھی کسی فرمائش پر کبھی بچکانہ ضد پر اور اس کے سارے شوق تو اس ایک بات کی نذر ہوئے تھے کہ یہ اس کے باپ کا گھر نہیں ہے اور اس کے باپ کا گھر کہاں تھا، وہ سوچتے سوچتے سو گئی تھی۔

پھر رات کے کھانے پر ثریا نے اسے اٹھایا تو وہ اٹھ تو گئی لیکن کھانے سے انکار کر دیا۔

''بری بات بیٹا رزق سے منہ نہیں موڑتے، اللہ ناراض ہوتا ہے۔ چلو شاباش کھا لو......'' ثریا نہ جانتے ہوئے بھی جان گئی تھی کہ ضرور کوئی ایسی بات ہوئی ہے جو وہ ناراض ہو کر سو گئی تھی۔

''نہیں کھاؤں گی۔'' اس کے غصے میں ضد بھی شامل ہو گئی۔

''کب تک بھوکی رہو گی۔'' ثریا نے نرمی سے اس کا گال چھوا تو وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

''جب تک آپ مجھے سچ نہیں بتائیں گی۔''

''کیسا سچ' کیا جاننا چاہتی ہو تم۔'' ثریا عاجز ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

''بہت کچھ، سب سے پہلے تو یہ بتائیں میرے پاپا کہاں ہیں؟'' اس کے پوچھنے پر ایک لحظہ کو ثریا کا چہرہ تاریک ہوا تھا، پھر وہ بنا کچھ کہے اٹھنا چاہتی تھیں کہ صبا نے سختی سے ان کی کلائی پکڑ لی۔

''بتائیں امی...... مجھے بتائیں میرے پاپا کہاں ہیں؟ ان کا گھر کہاں ہے؟'' اس کا انداز ایسا جارحانہ تھا کہ اگر ابھی اسے نہیں بتایا گیا تو جانے وہ کیا کر ڈالے گی۔ ثریا نے خود کو بے بسی کی انتہاؤں پر محسوس کیا پھر بمشکل خود کو بولنے پر آمادہ کر کے گویا ہوئی۔

''اب مجھے نہیں پتا بیٹا کیونکہ میں جس گھر سے نکالی گئی تھی وہ گلشن اقبال میں تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے، جب تم دو سال کی تھیں اور نشاء چھ مہینے کی۔ اس کے بعد ماہ و سال کا حساب تم خود لگا لو۔ مجھے نہیں معلوم تمہارے پاپا نے کب وہ گھر چھوڑا اور کہاں چلے گئے؟ چاہے تم میرا یقین کرو یا نہ کرو یہی سچ ہے کہ مجھے تمہارے پاپا کے بارے میں کچھ پتا نہیں ہے۔''

''آپ نے جاننے کی کوشش بھی نہیں کی؟'' اس نے پوچھا تو ثریا نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''کیوں...... میرا مطلب ہے نشاء کے لیے' کیا آپ کو یاد نہیں آتی' وہ چھ ماہ کی بچی' آپ کی یا ممتا نہیں تڑپتی اس کے لیے۔'' وہ جانے اتنی سفاک کیسے ہو گئی تھی کہ ثریا کو کٹہرے میں کھینچ لائی تھی۔

''اگر ایسی ہی سنگ دل اور ظالم تھیں آپ تو مجھے بھی وہیں چھوڑ دیتیں کیوں لے آئیں اپنے ساتھ۔''

''صبا......'' ثریا کا ہاتھ بے اختیار اٹھا اور اس کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔ وہ سناٹے میں آ گئی۔

''ایسا ہی پچھتاوا ہے تو جاؤ چلی جاؤ' رہ لوں گی میں تمہارے بغیر بھی۔'' ثریا نے کہہ تو دیا لیکن پھر اپنے آنسو نہیں روک سکی تھی۔

''امی......'' صبا نے تڑپ کر اسے اپنی بانہوں میں لیا تھا۔

●●●

احسن اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ تانیہ آ گئی اور ان کے سامنے چیئر کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''تو اب عنقریب تمہاری امریکا روانگی ہے۔''

''ہوں......'' اثبات میں سر ہلاتے ہوئے احسن نے چیئر کی بیک سے ٹیک لگائی پھر پوچھنے لگے۔ ''ارادہ تو تمہارا بھی تھا پھر تم نے کینسل کیوں کر دیا؟''

''اپنی مما کی وجہ سے' حالانکہ وہ تو چاہتی ہیں کہ میں ہائر اسٹڈیز کے لیے امریکا جاؤں لیکن میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔'' تانیہ نے کہا تو احسن چونک کر پوچھنے لگے۔

''کیا مطلب' گھر میں اور کوئی نہیں؟''

''نہیں بس میں اور مما ہیں۔ پانچ سال پہلے پاپا کی روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی تھی۔''

''اوہ ویری سیڈ اور بہن بھائی؟'' احسن کو واقعی افسوس ہوا اور خود پر حیرت بھی کہ وہ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔

''کوئی نہیں۔ اکلوتی ہوں۔''

''پھر تو تمہارا فیصلہ ٹھیک ہے۔ تمہیں اپنی مما کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے۔'' انہوں نے کہا تو تانیہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

’’کیا کروں مما یہ بات نہیں مانتیں‘ کہتی ہیں جب تمہاری شادی ہوجائے گی تب بھی تو میں اکیلی ہوجاؤں گی۔‘‘
’’بات تو ان کی بھی ٹھیک ہے۔‘‘ وہ بے اختیار بولے۔
’’یہ بھی ٹھیک ہے وہ بھی ٹھیک ہے‘ تو پھر غلط کیا ہے؟‘‘ تانیہ نے الجھ کر انہیں دیکھا تو وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔
’’اصل میں ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم وقت پر صحیح اور غلط میں تمیز نہیں کر پاتے‘ بس جو ہمیں بظاہر صحیح لگ رہا ہوتا ہے ہم اسے ہی صحیح مان لیتے ہیں۔ پھر باقی کا سارا وقت خود فریبی میں مبتلا رہتے ہیں۔‘‘
’’تم اپنی بات کرو‘ کیا تم مطمئن ہو۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ جس بھائی کی خاطر تم یہاں کی اچھی خاصی پریکٹس چھوڑ کر امریکا جارہے ہو واپس آ کر اسے زندگی دے سکو گے؟‘‘ تانیہ نے ان کی ساری بات سن کر پوچھا تو ایک پل کو ان کا چہرہ تاریک ہوا تھا پھر فوراً سنبھل بھی گئے۔
’’زندگی دینا میرا کام نہیں ہے تانیہ‘ مجھے اس کی بیماریوں سے لڑنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں اس کی تمام بیماریوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔‘‘
’’ان شاء اللہ۔‘‘ تانیہ نے خلوص دل سے کہا۔
’’میں تمہارے لیے دعا کرتی رہوں گی...... اور ہاں تم نے اپنے بارے میں تو بتایا نہیں آئی مین خود اپنے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟‘‘
’’فی الحال میرا ایک ہی مقصد ہے ایک ہی خواہش ہے کہ میرا بھائی ٹھیک ہوجائے‘ اس کے بعد اپنے بارے میں بھی سوچ لوں گا۔‘‘ وہ ایک دم خاموش ہوئے پھر ٹیبل پر ذرا آگے جھک کر تانیہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔
’’ایک بات بتاؤ‘ تم لڑکیوں کو گھما پھرا کر بات کرنے کی عادت کیوں ہوتی ہے۔ سیدھے صاف لفظوں میں پوچھ لیا کرو۔ شادی کب کرو گے‘ کس سے کرو گے‘ کوئی چکر چل رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔‘‘
’’سوری‘ مجھے ایسا کچھ نہیں پوچھنا۔‘‘ تانیہ فوراً انجان بن گئی وہ پھر بھی باز نہیں آئے۔
’’شیور......‘‘ ان کی آنکھوں میں ہلکی سی شرارت تھی۔ تانیہ کندھے اچکا کر اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ بھی اس کے ساتھ چل پڑے۔ لابی سے نکل کر کوریڈور میں آتے ہی تانیہ رک کر انہیں دیکھنے لگی۔

’’کیا ہوا؟‘‘
’’اب تم سے کب ملاقات ہوگی‘ بلکہ مجھے یہ کہنا چاہیے کہ پتا نہیں پھر کبھی تم سے ملاقات ہوگی بھی کہ نہیں۔‘‘ تانیہ نے ان کے ٹوکنے پر کہا تو وہ فوراً بولے تھے۔
’’کیوں نہیں‘ میں واپس یہیں آؤں گا۔ یہاں سے مراد اسی شہر میں۔ ہاں اگر تم بیاہ کر کہیں دور دیس سدھار گئیں تب مشکل ہے۔ ناممکن پھر بھی نہیں۔‘‘
’’تم بہت عجیب ہو احسن۔‘‘ وہ جانے کیوں چڑی تھی۔
’’میں سمجھا نہیں۔‘‘ وہ واقعی حیران ہوئے۔
’’یہی تو ساری مشکل ہے کہ تم کچھ نہیں سمجھتے یا شاید سمجھنا چاہتے ہی نہیں۔ خیر چھوڑو یہ بتاؤ تمہارے جانے کے سارے انتظامات مکمل ہوگئے؟‘‘ وہ خود ہی بات بدل گئی۔
’’ہاں بس اب یہ چند دن اپنی فیملی کے ساتھ گزاروں گا۔ اس کے بعد فلائی کر جاؤں گا۔‘‘
’’فون کرو گے؟‘‘
’’کبھی کبھی۔‘‘ انہوں نے کہتے ہوئے رسٹ واچ پر نظر ڈالی تو ایک دم یاد آیا کہ انہیں نشاء کو کالج سے پک کرنا ہے۔
’’اوہ سوری تانیہ‘ مجھے اپنی کزن کو پک کرنا ہے۔‘‘
’’کہاں سے؟‘‘
’’کالج سے۔ او کے چلتا ہوں۔‘‘ وہ بہت عجلت میں اسے خدا حافظ کہہ کر پارکنگ کی طرف بڑھے تھے۔
پھر بیس منٹ کا راستہ پندرہ منٹ میں طے کر کے وہ کالج پہنچے تو اپنے انتظار میں کھڑی نشاء کو دیکھتے ہی وہ ٹھٹک گئے۔ وہ گھبرا گھبرا کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اور اس کے قریب کھڑا لڑکا جانے کون تھا اور نشاء سے کیا کہہ رہا تھا‘ ان کا بہر حال خون کھول گیا۔ فوراً دروازہ کھول کر گاڑی سے اترنا چاہتے تھے کہ اسی وقت نشاء کی ان پر نظر پڑی اور وہ تقریباً بھاگتی ہوئی آ کر گاڑی میں بیٹھی تھی۔ انہوں نے نشاء کو دیکھا پھر اس لڑکے کو جو چند قدم نشاء کے پیچھے آ کر رک گیا تھا۔
’’کون ہے؟‘‘ انہوں نے نشاء سے پوچھا ٹھہرا ہوا سرد لہجہ تھا۔
’’پپ...... پتا نہیں میں نہیں جانتی۔ بالکل نہیں جانتی۔‘‘ وہ رو دینے کو ہوگئی تھی۔
’’کچھ کہہ رہا تھا؟‘‘ ان کا انداز ہنوز تھا۔
’’نن...... نہیں کچھ نہیں۔ آپ چلیں ناں۔‘‘

"تم اتنا گھبرا کیوں رہی ہو۔ اس نے کچھ کہا ہے تو بتاؤ۔"
انہیں نشاء کے گھبرانے پر غصہ آ گیا۔

"میں نے کہا ناں اس نے کچھ نہیں کہا' بس آپ چلیں۔" نشاء رونے لگی تو انہوں نے ایک نظر اس لڑکے کو دیکھا جو اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا' پھر جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولے۔

"بند کرو رونا......" نشاء خائف ہو کر اپنے آنسو پونچھنے لگی' پھر کنکھیوں سے انہیں دیکھا' ان کے ہونٹ بھنچے ہوئے اور پیشانی پر گہری لکیریں نمودار ہو گئی تھیں۔ نشاء مزید خائف ہوئی۔ پھر گاڑی روکتے ہی وہ نشاء کی طرف دیکھے بغیر اس سے پہلے اتر کر اندر آ گئے اور سیدھے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ٹیلی فون کی بیل پر بلاارادہ انہوں نے رک کر ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"ہیلو......"

"نشاء سے بات کرادیں پلیز۔" دوسری طرف غالباً وہی لڑکا تھا' احسن کے اعصاب تن گئے۔ خود پر کنٹرول کرتے ہوئے انہوں نے گردن موڑ کر دیکھا تو نشاء وہیں رک گئی۔

"تمہارا فون ہے۔" انہوں نے ریسیور اس کی طرف بڑھایا لیکن وہ اسی طرح کھڑی رہی۔

"ریسیو کرو۔" انہوں نے تحکم سے کہا اور ریسیور نیچے رکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ نشاء سہمی ہوئی آگے بڑھی اور کانپتے ہاتھوں سے ریسیور اٹھایا۔

"ہا...... ہیلو۔" اس کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی تھی۔

"نشاء...... مجھے غلط مت سمجھو میں......" نشاء نے گھبرا کر ریسیور رکھ دیا۔ اس کی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔

احسن نے اس کے کانپتے وجود کو نوٹس کیا پھر اسے اس کے حال پر چھوڑ کر اپنے کمرے میں بند ہو گئے تھے۔

......●❀●......

نشاء خود کو گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے میں آئی تھی۔ اس کے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ خود کو بیڈ پر گرا کر اس نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا تھا۔

"اف' یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کون تھا وہ جو میرا نام بھی جانتا ہے اور گھر کا نمبر بھی' پہلے تو میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ یہ اچانک کہاں سے آ گیا۔ اور احسن......" اس کا دل ڈوبنے لگا۔

"احسن تو شاید یہ سمجھ رہے ہیں جیسے میں پہلے سے...... نہیں میں نہیں جانتی اسے' میں نہیں جانتی۔" وہ آخری جملے کی تکرار کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی' وہ سب کچھ سہہ سکتی تھی احسن کی بدگمانی نہیں۔ اپنی ساری ہمتیں یکجا کر کے وہ احسن کے دروازے پر آئی اور ہلکے سے دروازہ ناک کیا تو چند لمحوں کی تاخیر سے دروازہ کھولنے کے ساتھ ہی احسن نے ناگواری سے پوچھا تھا۔

"کیا بات ہے؟"

"آپ...... آپ کو میری بات کا یقین کیوں نہیں ہے۔" وہ ان کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

"کون سی بات کا؟" ان کا انداز ہنوز تھا۔ البتہ اس کے لیے اندر آنے کا راستہ چھوڑ دیا تھا۔

"وہ...... میں نے کہا ناں میں اسے نہیں جانتی۔ میں نے پہلے کبھی اسے نہیں دیکھا۔ مجھے نہیں پتا وہ کون ہے اور مجھ سے کیا کہنا چاہ رہا تھا۔" وہ الجھ الجھ کر بول رہی تھی۔

"میں نے تم سے کچھ کہا ہے' کچھ پوچھا ہے؟" وہ کہتے ہوئے اس کی طرف سے رخ موڑ گئے تو وہ روہانسی ہو گئی۔

"بدگمان تو ہو رہے ہیں ناں اور مجھ سے آپ کی بدگمانی برداشت نہیں ہو رہی۔" احسن کچھ نہیں بولے تو اس نے آنسو پونچھ کر پھر ہمت باندھی۔

"آپ جانتے ہیں' میری زندگی میری سوچیں اسی گھر سے شروع ہو کر اسی گھر پر ختم ہوتی ہیں۔ اس سے آگے کیا ہے میں نے کبھی جاننے کی جستجو بھی نہیں کی' پھر آپ میرا یقین کیوں نہیں کر رہے۔ میں نہیں جانتی اسے۔"

"وہ تو تمہیں جانتا ہے۔" وہ ایک دم اس کی طرف گھومے تھے۔ "تمہارا نام یہ سب پورے یقین سے کہہ رہا تھا کہ نشاء سے بات کرادیں۔ کوئی اتنا کونفیڈینٹ کیسے ہو سکتا ہے؟" ان کے شاکی انداز پر وہ رونے لگی۔

"آپ کا مطلب ہے میں......" احسن اس کے رونے سے پریشان ہو گئے۔

"نہیں نشاء میں تمہیں الزام نہیں دے رہا' مجھے تم پر یقین ہے' بھروسہ ہے لیکن یہ بھی تو پتا چلے کہ وہ کون ہے؟ کیسے جانتا ہے تمہیں اور کیا چاہتا ہے' یا تم چاہتی ہو میں یہ ساری باتیں نظر انداز کر دوں۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟ میں تو ایک دو دن میں چلا جاؤں گا پھر کیا تم اسے فیس کر سکو گی۔ بتاؤ؟" وہ نفی میں سر

ہلانے لگی۔

"اسی لیے میں اس معاملے کو فوری حل کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ زور دے کر بولے۔ اس نے سر جھکا لیا تو قدرے رک کر کہنے لگے۔

"اپنے اندر کونفیڈنس پیدا کرو نشاء۔ زندگی کوئی کھیل نہیں ہے جسے تم اس چار دیواری کے اندر آرام سے گزار دو گی۔ اگر آگے کی جستجو نہیں ہے تب بھی اپنا دفاع کرنا سیکھو' یا یونہی ہر ایک کے سامنے ہتھیار ڈال کر رونے کھڑی ہو جاؤ گی۔" نشاء نے سر نہیں اٹھایا پلکیں اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی تو وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولے۔

"اپنا نہیں تو میرا خیال کرو میں تمہیں ہمیشہ ہنستے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"وہ......" بہت کوشش سے بھی وہ اسی قدر کہہ سکی۔

"وہ نہیں میں...... میں اور تم......" انہوں نے اس کی آنکھ کے قریب ٹھہرا آنسو اپنی انگلی کی پور پر سمیٹا تو وہ ان کی قربت سے گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹی پھر تیزی سے ان کے کمرے سے نکل آئی تھی۔

احسن کی باتوں نے اس کے اندر حوصلہ پیدا کیا تھا' پھر بھی وہ اگلے دن کالج نہیں گئی۔ ساجدہ بیگم سے اس نے سر درد کا بہانا کر دیا اور کچھ دیر آرام کے بعد عادت کے مطابق سٹنگ روم کی جھاڑ پونچھ کر رہی تھی کہ احسن آ گئے۔

"تم آج کالج نہیں گئیں۔" انہوں نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"نہیں اور کبھی جاؤں گی بھی نہیں۔" وہ جو سوچ رہی تھی بے اختیار کہہ بھی گئی۔

"کیوں' کیوں نہیں جاؤ گی؟" وہ جارحانہ انداز میں اس کے قریب آئے تھے۔

"بس جتنا پڑھنا تھا پڑھ لیا' مزید میرا دل نہیں چاہتا۔" وہ کہہ کر دوسری سمت بڑھی تھی کہ احسن نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچ لیا۔

"دل نہیں چاہتا یا اس کے ڈر سے نہ جاؤ۔ میرے سمجھانے کا یہ اثر لیا ہے تم نے۔ بجائے مقابلہ کرنے کے ڈر کے چھپ رہی ہو۔ وہ اگر یہاں آ گیا تو کہاں چھپو گی۔"

"مجھے نہیں پتا......" وہ خائف ہوئی۔

"خبردار' جو روئیں تو اور سن لو تمہیں ہر صورت اپنی تعلیم جاری رکھنی ہے۔ یہ میری خواہش ہے۔ سمجھی تم۔" انہوں نے ڈانٹ کر کہا تو وہ روٹھ کر بولی۔

"تو آپ ڈانٹ کیوں رہے ہیں؟"

"پیار سے سمجھتی جو نہیں ہو۔"

"سمجھ تو گئی ہوں۔" ہنوز روٹھا انداز تھا۔

"کیا سمجھ گئی ہو۔"

"یہی کہ مجھے اپنی تعلیم جاری رکھنی ہے' کیونکہ یہ آپ کی خواہش ہے۔" اس نے ان کی بات دہرائی تو وہ فوراً بولے۔

"میری ایک اور خواہش بھی ہے۔"

"کیا؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تو احسن چند لمحے رک کر بولے۔

"وعدہ کرو میرے جانے کے بعد محسن کا خیال رکھو گی۔"

"میں کیا اب خیال نہیں رکھتی۔" وہ شاکی ہوئی۔

"رکھتی ہو لیکن اب تمہیں میری جگہ بھی لینی ہوگی۔ خاص طور پر دوا کی طرف سے کبھی بے پروائی نہیں ہونی چاہیے۔" انہوں نے کہا تو وہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"کوئی زبردستی نہیں ہے نشاء' میرا مطلب ہے اگر تم یہ ذمے داری اٹھا سکو تب تو وعدہ کرنا ورنہ منع کر دو۔ میں ناراض نہیں ہوں گا۔"

"نہیں میں خیال رکھوں گی۔" وہ فوراً بول پڑی۔

"وعدہ کرتی ہوں مونی کی طرف سے کبھی بے پروائی نہیں کروں گی۔"

"تھینک یو...... تھینک یو نشاء......" انہوں نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ نروس ہوئی۔

......☆☆☆......

صبا بنٹی سے ضروری کام کا کہہ کر جلدی وہاں سے نکل آئی تھی۔ پھر اس نے گلشن اقبال جہاں کا ایڈریس اس نے ثریا سے لیا تھا وہاں اپنے پاپا بلال احمد کے بارے میں معلوم کیا اور یہ جان کر بلال احمد پندرہ سال پہلے وہ گھر فروخت کر چکے تھے وہ سخت مایوس گھر لوٹی تھی' اس کے انداز میں عجیب سی تھکن تھی جب ہی ثریا نے ٹوکا تھا۔

"کہاں سے آ رہی ہو؟" اس نے جواب نہیں دیا' جھک کر اپنے پیروں سے سینڈل اتارنے لگی تو ثریا اس کے سر پر آن کھڑی ہوئیں۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں صبا' کہاں گئی تھیں؟"

”اپنے پاپا کا پتا کرنے۔“ وہ چڑ کر بولی پھر ثریا کو دیکھا وہ شاکڈ حالت میں کھڑی تھیں۔
”امی پلیز۔“ وہ تنگ ہو کر بولی۔ ”اب یہ مت پوچھیے گا کیوں کس لیے؟“
”یہ تو پوچھ سکتی ہوں ایسی کیا ضرورت آن پڑی تھی؟“ ثریا اس کی ناگواری پر افسوس سے بولی۔
”ضرورت...... پاپا سے میرا ضرورت کا نہیں خون کا رشتہ ہے امی۔ میں ان کے وجود کا حصہ ہوں۔ خود کو ادھورا محسوس کرتی ہوں ان کے بغیر۔“ ثریا نے اس کی بات سن کر منہ موڑ لیا تو اس نے اٹھ کر انہیں کندھوں سے تھاما۔
”امی میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جا رہی، میں صرف اپنی حیثیت کا تعین کرنا چاہتی ہوں، یہاں میری اور آپ کی بھی کوئی حیثیت نہیں، ہی آپ یہاں بیٹھیں۔“ وہ ثریا کو بٹھا کر ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔
”امی اگر آپ نہیں چاہتیں تو میں پھر ایسی کوئی کوشش نہیں کروں گی۔ لیکن یہ آپ کو بتا دوں کہ مجھے آپ کی طرح نہیں بننا۔ آپ کی طرح اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کر میں نہیں جی سکتی۔ میں اپنی مرضی کروں گی، کوئی نہیں روکے گا مجھے۔“ ثریا نے بے حد پریشان ہو کر اسے دیکھا تب ہی راحیلہ خاتون نے دروازہ دھکیل کر اسے پکارا۔
”ثریا۔“
”جی بھابی۔“ ثریا عادت کے مطابق فوراً متوجہ ہوئی تھیں۔
”ابھی چائے پر ذرا اچھا انتظام کر دو۔ کچھ مہمان آ رہے ہیں۔“ پھر صبا کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔ ”اسے بھی سمجھا دو مہمانوں کے سامنے ڈھنگ سے آئے۔“
”جی۔“ ثریا کا انداز نا سمجھنے والا تھا جس پر راحیلہ خاتون کو آگ لگ گئی۔
”کیا جی، ننھی بچی ہو جو سمجھ نہیں رہیں۔ اسی صبا کے لیے آ رہے ہیں مہمان، ایک جگہ بات چلائی ہے میں نے اس کی، اب سمجھیں۔“
”میں سمجھ گئی مامی جی۔ آپ فکر نہ کریں۔“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ راحیلہ خاتون نخوت سے سر جھٹکتی چلی گئیں تو وہ ثریا سے بولی۔
”دیکھ لیا آپ نے۔“

”بس چپ ہو جاؤ۔ میں چائے بنانے جا رہی ہوں، تم جب تک تیار ہو جاؤ۔“ ثریا نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ تاسف سے بولی۔
”تو آپ بھی یہی چاہتی ہیں۔“
”ہاں، میں چاہتی ہوں تم عزت سے اپنے گھر رخصت ہو جاؤ۔“ ثریا کہہ کر چلی گئیں تو اس نے سلگ کر کچھ سوچا پھر تیزی سے جاذب کے کمرے میں آتے ہی اس پر چڑھ دوڑی۔
”تمہیں پتا ہے جاذی یہاں کیا ہو رہا ہے؟“
”کیا ہو رہا ہے۔“ اس کے آرام سے پوچھنے پر وہ مزید سلگی۔
”انجان بننے کی ضرورت نہیں ہے تم سب جانتے ہو۔“
”کیا ہو گیا ہے صبا، تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں ہے کیا۔ اپنے آپ جو چاہے سمجھ لیتی ہو، اصل بات بتاؤ۔“ وہ زچ ہوا۔
”ابھی کچھ لوگ مجھے دیکھنے آ رہے ہیں اسپیشل مجھے دیکھنے۔“ اس نے زور دے کر اپنی طرف اشارہ کیا تو جاذب پریشان ہو گیا۔
”کیا...... یہ سلسلہ......“
”تمہاری امی چلا رہی ہیں۔“ وہ فوراً بولی۔
”نہیں ...... یہ نہیں ہونا چاہیے۔“ وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔
”تو پھر جاؤ کرواپنی امی سے بات۔“
”ہاں میں کروں گا۔ امی سے بات کروں گا لیکن وقت آنے پر۔“ جاذب کے گڑبڑانے پر وہ تلملا گئی۔
”اور کون سا وقت آئے گا؟“
”صبا پلیز......“ وہ عاجزی پر اتر آیا۔ ”تم جانتی ہو امی کیا چاہتی ہیں۔ وہ جب تک نگار کی شادی نہیں کرلیں گی میرا سوچیں گی بھی نہیں۔“
”اور انہوں نے میرا سوچ لیا ہے۔ بہت کھلتی ہوں میں انہیں اور وہ اسی طرح مجھے گھر سے نکال سکتی ہیں۔“ وہ غصے میں چبا چبا کر بول رہی تھی۔
”نہیں، تم میری ہو صرف میری۔“ جاذب نے کہا تو اس نے سر جھٹکا۔
”خالی باتیں۔“
”خالی باتیں نہیں ہیں صبا۔ دل سے چاہتا ہوں تمہیں۔

اچھا ابھی تم ایک کام کرو کسی طرح ٹالوان مہمانوں کو پھر میں امی سے بات کروں گا۔“ جاذب نے اسے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے کہا تو وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اس کے کمرے سے نکلی اور اپنے کمرے میں یوں بند ہوئی کہ مہمانوں کے آنے پر بھی نہیں نکلی۔ ثریا عاجزی سے اور راحیلہ خاتون غصے سے پکارتی رہیں لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔ پھر کتنی دیر بعد یقیناً مہمان رخصت ہوچکے تھے جب ہی راحیلہ خاتون چلا چلا کر بول رہی تھیں۔ وہ اس کی ماں کو بے نقط سنا رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ اسے بھی برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ اس نے خود پر بہت جبر کیا تھا' جب خاموشی چھاگئی اور دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تب اس نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ ثریا مرے مرے قدموں سے اندر آئی اور دیوار سے لگ کر رونے لگیں تو وہ تڑپ گئی۔

”امی......“

”مت کہو مجھے امی۔ میں نہیں ہوں تمہاری ماں۔“ ثریا نے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔

”امی پلیز ایسے مت کریں۔ میری بات سنیں۔“

”نہیں سننی مجھے تمہاری کوئی بات۔ نہیں سننی۔“ ثریا نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیے وہ سسک رہی تھیں۔

”خدا کے لیے روئیں نہیں امی۔ میں مرجاؤں گی۔ آپ میری بات تو سنیں۔ میں نے جو کیا جاذب کے کہنے پر کیا۔“ اس کی آخری بات پر ثریا ایک دم ہاتھ نیچے گرا کر اسے دیکھنے لگی تھیں۔

❀......●❀●......❀

احسن کل جارہے تھے اور انہوں نے تو بہت چاہا تھا کہ وہ محسن کو اپنے ساتھ امریکا لے جائیں' جلال احمد بھی اس سے متفق تھے لیکن ساجدہ بیگم کسی طرح مان کے نہیں دیں۔ محسن کو اتنے لمبے سفر پر بھیجنے کو ان کا دل آمادہ ہی نہیں ہوسکا۔ ماں تھیں واہموں میں گھری رہتی تھیں۔ جلال احمد نے انہیں بہت سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ محسن امریکا سے بھلا چنگا ہوکر واپس آئے گا' لیکن ان کی ایک ہی رٹ تھی۔ میرا بچہ کمزور ہے' میں اسے نظروں سے اوجھل نہیں کرسکتی' جو علاج ہونا ہے یہیں ہوگا' آخر جلال احمد اور احسن بھی خاموش ہوگئے تھے اور اب احسن جارہے تھے تو انہیں یہاں کی فکر بھی تھی۔ اس وقت وہ جانے کیا کچھ سوچتے ہوئے محسن کے کمرے میں آئے تو اسے دیکھ کر ٹھٹک کر رک گئے۔

محسن چیئر کی بیک پر سر رکھے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی مردنی چھائی تھی۔ احسن کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ بمشکل خود پر قابو پاکر وہ آگے بڑھے تو آہٹ پر محسن نے آنکھیں کھول دیں۔

”کس کے خیالوں میں گم تھے؟“ احسن قصداً مسکرائے تھے۔

”مذاق مت کریں بھائی' میرے خیالوں میں کون آئے گا۔“ جواباً محسن کی مسکراہٹ افسردگی میں لپٹی ہوئی تھی۔

”کیوں...... تم نے کیا نو ویکنسی کا بورڈ لگا رکھا ہے۔“ انہوں نے ہلکا پھلکا انداز اختیار کیا۔ ”میں اگر مخل ہوا ہوں تو چلا جاتا ہوں۔“

”ارے نہیں بھائی۔“ محسن سیدھا ہو بیٹھا۔ ”آیئے بیٹھیں' میں خود آپ سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

”دیکھو مایوسی کی باتیں مت کرنا۔“ احسن نے وارننگ دی تو وہ دکھ سے کہنے لگا۔

”جسے آپ مایوسی سمجھتے ہیں وہی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ آپ نہ میرے لیے ہلکان ہوں بھائی' جتنی میری زندگی ہے مجھے اتنا ہی جینا ہے نہ ایک دن کم نہ ایک دن زیادہ۔“

”سب کے ساتھ ایسا ہی ہے۔“ احسن ایک دم سنجیدہ ہوگئے تھے۔ ”مجھے دیکھو میں خود کو بہت توانا محسوس کررہا ہوں' اس کے باوجود یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں کل کا سورج ضرور دیکھوں گا۔ ہوسکتا ہے یہیں کھڑے کھڑے میرا ہارٹ فیل ہوجائے۔“

”فار گاڈ سیک بھائی۔“ محسن تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیوں' درد ہوا ناں۔ مجھے بھی درد ہوتا ہے' جب تم مایوسی کی باتیں کرتے ہو۔“ احسن نے اسے کندھوں سے تھام لیا پھر کہنے لگے۔ ”امید پر دنیا قائم ہے مونی' تم اپنے اندر جینے کی امنگ پیدا کرو' تمہاری زندگی خواہ ایک دن کی کیوں نہ ہو' میں چاہتا ہوں تم اس ایک دن کو بھرپور انداز میں گزارو۔“

”جو آپ چاہتے ہیں شاید ممکن نہیں ہے۔“ محسن بے چارگی سے بولا۔

”کیوں ممکن نہیں۔ مجھے یقین ہے میری یہ خواہش ضرور پوری ہوگی۔ تم ایک دن نہیں ایک سال نہیں بلکہ سالہا سال خود پر رشک کرو گے۔“ ان کے یقین پر محسن کے ہونٹوں پر زخمی

مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔
"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مونی۔ خود پر سے بے چارگی کا خول اتار پھینکو۔ میرے جانے کے بعد امی ابو کا خیال تمہیں رکھنا ہے۔ اور وہ...... اس گھر میں ایک بے وقوف سی لڑکی ہے نشاء اسے بھی دیکھنا ہے اب یہ سب تمہاری ذمہ داری ہے۔" انہوں نے کہا تو محسن نے حیرت سے اپنی طرف اشارہ کیا۔
"میں...... میں تو خود...... نہیں بھائی۔"
"کیوں نہیں......" وہ فوراً ٹوک کر بولے۔ "ذمہ داری کا احساس انسان کی زندگی بڑھاتا ہے۔ صرف اپنا سوچنے والے لوگ بہت جلدی مرجاتے ہیں خواہ وہ کتنے خوش باش اور توانا کیوں نہ ہوں۔ سمجھ رہے ہوناں۔" محسن نے محض ان کا دل رکھنے کی خاطر اثبات میں سر ہلادیا تھا۔
"گڈ...... اور ہاں تمہیں کیا بات کرنی تھی؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا تو محسن نے نفی میں سر ہلادیا۔
"چلو پھر تم آرام کرو۔" وہ اس کا کندھا تھپک کر اس کے کمرے سے نکل آئے اور لاؤنج میں نظر ڈالتے ہوئے اپنے کمرے میں آئے تو ساجدہ بیگم ان کے لیے دودھ کا گلاس لیے بیٹھی تھیں۔
"کہاں تھے تم......" ساجدہ بیگم نے پوچھا تو وہ ان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولے۔
"محسن کے پاس تھا۔"
"سویا نہیں محسن؟"
"بس اب سو رہا ہے۔" انہوں نے دودھ کا گلاس لے کر ایک ہی سانس میں پی لیا' پھر گلاس رکھ کر بولے۔ "ایک بات کہنی ہے امی۔"
"کہو......" ساجدہ بیگم ان کا چہرہ دیکھنے لگیں۔
"یوں تو آپ سب جانتی ہیں پھر بھی میں سمجھتا ہوں مجھے کہہ دینا چاہیے کہ نشاء......" وہ خاموش ہوگئے۔
"کیا نشاء......؟" ساجدہ بیگم نے ٹوکا تب بھی وہ رک کر بولے تھے۔
"میں نشاء کو پسند کرتا ہوں امی۔ پسند سے میری مراد اس سے شادی......"
"سوچا تو میں نے بھی ایسا ہی ہے بیٹا' لیکن مونی......" ساجدہ بیگم جانے کیا سوچنے لگی تھیں۔
"مونی پہلے ہے امی۔" وہ زور دے کر بولے۔

"جب تک مونی ٹھیک نہیں ہو جاتا میں اپنے بارے میں نہیں سوچوں گا۔"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے بیٹا۔"

"میں جانتا ہوں لیکن میں آپ کو بتا رہا ہوں' نشاء کے لیے میں نے اس لیے کہہ دیا کہ وہ لڑکی ہے' اس کے پرپوزل آسکتے ہیں' تو ایسی صورت میں آپ کو صرف یہ یاد رکھنا ہے کہ نشاء اسی گھر میں رہے گی۔ آپ میری بات سمجھ رہی ہیں ناں۔"

ان کی وضاحت پر ساجدہ بیگم بے ساختہ مسکرائی تھیں۔

اور پھر اگلے دن جانے سے کچھ دیر پہلے انہیں نشاء سے تنہائی میں ملنے کا موقع مل ہی گیا تھا۔

"میرے جانے کا وقت ہو گیا ہے کیا مجھے خدا حافظ نہیں کہو گی۔" انہوں نے کہا تو نشاء نے جھجکتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی سلور کلر کی چین ان کی کلائی میں ڈال دی۔

"اسے میں کیا نام دوں؟" وہ ایک نظر چین پر ڈال کر اسے دیکھنے لگے۔

"یونہی کچھ مت کہہ دیجیے گا۔ جب ایسا کوئی وقت آئے جب آپ کو لگے کہ یہ آپ کے لیے کتنی اہم ہے تب خود بخود اسے عنوان مل جائے گا۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"تم جانے کس وقت کی بات کر رہی ہو' مجھے تو ابھی لگ رہا ہے جیسے میری زندگی میری سانسیں اس کے ساتھ جڑ گئی ہوں۔ میں گھبرا رہا تھا نشاء کہ اتنا لمبا سفر اکیلے کیسے کٹے گا لیکن اب نہیں...... اب تم میرے ساتھ ساتھ رہو گی۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر مسکرائے اور اسے اپنی محبتوں کے حصار میں چھوڑ کر رخصت ہو گئے تھے۔

......●✿●......

وہ جاذب کے ساتھ آ تو گئی تھی لیکن اس کا موڈ سخت آف تھا۔ اس کے بار بار کہنے پر بھی کھانے کی طرف متوجہ نہیں ہو رہی تھی۔ آخر وہ زچ ہو گیا۔

"یار اب مان بھی جاؤ' دیکھو کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"مجھے کچھ نہیں کھانا۔ میں صرف ایک بات سننا چاہتی ہوں۔" اس نے تڑخ کر کہا تو وہ فوراً بولا۔

"ہزار بار کہہ سکتا ہوں' میں تم سے محبت کرتا ہوں' تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب تو خوش ہو جاؤ۔"

"شٹ اپ' میں صرف یہ سننا چاہتی ہوں کہ تم آج مامی جی سے میری اور اپنی بات کرو گے' بس......" اس کے ضدی انداز پر وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"کروں گا یا کروں گا لیکن......"

"کوئی لیکن ویکن نہیں' تم آج ہی بات کرو گے سمجھے۔" اس نے ٹوک کر کہا تو جاذب خاموش ہو گیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا جازی کہ تم اتنا ڈرتے کیوں ہو۔ وہ جو لڑکی ہے نگار وہ تو بڑے آرام سے مامی جی کے ساتھ اپنی شادی کی باتیں کر رہی ہوتی ہے اور تم مرد ہو کر......"

"بس خاموش ہو جاؤ۔" جاذب نے ہاتھ اٹھا کر کہا تو وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جا رہی ہوں میں' اب تم سے کبھی بات نہیں کروں گی۔"

"ارے رے' یہ کھانا۔" وہ بوکھلا گیا۔

"اپنی اماں کے لیے پیک کروا لو۔" وہ جل کر بولی اور اسے وہیں چھوڑ کر ریسٹورنٹ سے نکل آئی۔ جانتی تھی جاذب فوراً اس کے پیچھے نہیں آسکتا۔ کھانا پیک کروانے اور بل کی ادائیگی میں کچھ وقت لگنا تھا اور اس نے اس کا انتظار نہیں کیا رکشہ کر کے گھر آ گئی۔ وہ اس وقت کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ثریا کا بھی نہیں لیکن آگے کمرے میں ثریا کے ساتھ راحیلہ خاتون بھی موجود تھیں۔ جو خلاف عادت بہت آرام سے بات کر رہی تھیں۔ وہ ٹھٹک کر دروازے میں ہی رک گئی اور انہیں سننے لگی۔

"دیکھو ثریا' ہم پر تم اور تمہاری لڑکی بھاری نہیں ہے' میں جو کر رہی ہوں صبا کے بھلے کے لیے کر رہی ہوں یا تمہیں میری نیت پر شبہ ہے۔"

"نہیں بھابی' اللہ نہ کرے جو میں کبھی آپ کی نیت پر شبہ کروں۔" یہ اس کی ماں تھی۔

"تو پھر سمجھاؤ صبا کو' اچھے رشتے آنے کی یہی عمر ہوتی ہے' دو چار سال اور نکل گئے تو پھر کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔"

"جی بھابی' بس وہ صبا کو جاب کا شوق......"

"شوق پر پابندی نہیں ہے۔" راحیلہ خاتون فوراً ثریا کی بات کاٹ کر کہنے لگیں۔ "شادی کے بعد پورے کر لے گی سارے شوق۔ اس دن میں نے مہمانوں کے سامنے بات بنا دی تھی کہ لڑکی کو اچانک بخار ہو گیا اس لیے وہ سامنے نہیں آنا چاہتی تو یقین کرو انہوں نے بالکل برا نہیں مانا بہت اچھے لوگ ہیں۔"

"آپ نے بھیا سے بات کر لی؟" ثریا نے جانے کیوں

پوچھا تھا۔
"تو تمہارے بھیا کو کیا اعتراض ہوگا' ان کی بھانجی خیر سے اپنے گھر کی ہوجائے گی تو انہیں خوشی ہوگی۔" راحیلہ خاتون نے کہا تو اب وہ خود کو نہیں روک سکی آگے بڑھ کر بولی تھی۔
"اس سے زیادہ خوشی ماموں جی کو نگار کی شادی کی ہوگی' تو مامی جی اچھا ہوگا جو آپ پہلے نگار کی شادی کا سوچیں۔ یوں بھی وہ بڑی ہے مجھ سے۔"
"ارے دو سال کے فرق سے کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا۔" راحیلہ خاتون کو اس کی آمد اور پھر مداخلت سخت گراں گزری تھی جبکہ ثریا نہ صرف بوکھلائی بلکہ اسے خاموش رہنے کا اشارہ بھی کرنے لگی۔
"چلیں آپ نہ سمجھیں پھر بھی پہلے نگار کی شادی ہوگی۔" وہ کہہ کر واش روم میں بند ہوگئی اور جب منہ ہاتھ دھو کر نکلی تو راحیلہ خاتون کمرے سے جاچکی تھیں۔ اس نے شکر کیا پھر ثریا کے پاس بیٹھتے ہی پوچھنے لگی۔
"امی' جاذب اتنا بزدل کیوں ہے جبکہ اب وہ اس قابل ہوگیا ہے کہ مامی جی سے اپنے بارے میں بات کرسکے۔"
"اصل میں بیٹا تمہاری مامی جی نے شروع سے اسے بہت رعب میں رکھا۔ ہر بات میں روک ٹوک کرتی تھیں۔"
"صرف جاذب پر کیوں' نگار بھی تو تھی۔"
"ہاں لیکن وہ ہر وقت جاذب کے سر پر سوار رہتی تھیں۔" ثریا سادگی سے بتارہی تھیں۔
"تاکہ ساری عمر اسے اپنے اشاروں پر چلاسکیں۔ یہی بات ہے ناں۔ بہت خود غرض ہیں مامی جی' انہیں صرف اپنا خیال رہا یہ نہیں سوچا ان کی بے جا سختی سے جاذب کی شخصیت پر کیا اثر پڑے گا۔" اس کے لہجے میں افسوس کے ساتھ تلخی بھی سمٹ آئی تھی۔
"خیر برے اثرات تو نہیں پڑے۔ ماشاء اللہ پڑھ لکھ گیا ہے۔" ثریا کے لہجے میں بھتیجے کی محبت تھی۔
"بس رہنے دیں امی پڑھ لکھ کر بھی اس میں کونفیڈنس نہیں آیا۔ من من کرتا ہے مامی جی کے سامنے۔ میرا خیال ہے اب مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔" آخری بات وہ روانی میں کہہ گئی اور ثریا اچھل پڑیں۔
"کیا مطلب ہے تمہارا' تم کیا کرو گی؟"
"یا اللہ' ایک تو آپ پریشان جلدی ہوجاتی ہیں۔ کچھ نہیں کررہی میں۔ بس تماشا دیکھتی رہوں گی۔" وہ چڑی تھی۔
پھر بہت سارے دن گزر گئے۔ اس نے خان جنید کا آفس بھی جوائن کرلیا تھا۔ صبح نو سے بارہ بجے تک وہ بنٹی کے ساتھ رہتی پھر ڈرائیور اسے آفس پہنچادیتا جہاں سے پانچ چھ بجے اس کی گھر واپسی ہوتی تھی۔ اس وقت وہ اٹھنے کا ارادہ کررہی تھی کہ خان جنید نے اسے روک لیا۔ باہر سے کوئی ڈیلی گیشن آیا تھا جن کے ساتھ میٹنگ میں خان جنید اسے بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ یہ آفیشل میٹنگ تھی جس میں دیر بھی ہوسکتی تھی' اس لیے اس نے پہلے گھر فون کیا تو ادھر سے راحیلہ خاتون نے فون اٹھایا تھا۔
"ہیلو......"
"مامی جی' مجھے آنے میں دیر ہوجائے گی۔ آپ امی کو بتادیں ورنہ وہ پریشان ہوجائیں گی۔" اس نے راحیلہ خاتون کی آواز سنتے ہی کہا تو جواب دیئے بغیر انہوں نے کھٹاک سے فون بند کردیا تھا۔
اس نے افسوس سے اپنے سیل فون کو دیکھا پھر گہری سانس کھینچی تھی۔

❁

ثریا جلے پیر کی بلی کی طرح اپنے کمرے میں چکرا رہی تھیں۔ نو بج گئے تھے اور صبا ابھی تک نہیں آئی تھی۔ ثریا کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ صبا نے دیر سے آنے کا فون کیا تھا۔ جب ہی ان کی پریشانی فطری تھی اور وہ یہ بھی سمجھ رہی تھیں کہ شاید گھر میں کسی کو معلوم نہیں ہے کہ صبا ابھی تک نہیں آئی' اس لیے وہ خود سے بتانے کی ہمت نہیں کرپارہی تھیں لیکن اب اس کے سوا چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آئیں تو وہاں راحیلہ خاتون کے ساتھ نگار اور جاذب بھی موجود تھا۔
"آیئے پھوپو بیٹھیں۔" جاذب انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تو راحیلہ خاتون فوراً بولیں۔
"ہاں بیٹھو ثریا کبھی ہمارے پاس بھی بیٹھ جایا کرو۔"
"جی بھابی وہ......" ثریا نے پریشانی سے جاذب کو دیکھا تو وہ پوچھنے لگا۔
"کیا بات ہے پھوپو؟"
"وہ بیٹا...... صبا ابھی تک نہیں آئی۔" ثریا نے بمشکل بتایا تو نگار چیخ نما آواز کے ساتھ بولی۔

"کیا...... صبا نہیں آئی ابھی تک۔"

"غضب خدا کا اتنی رات ہوگئی' اس وقت کون سا آفس کھلا رہتا ہے۔" راحیلہ خاتون اسی انتظار میں تو بیٹھی تھیں۔

"میں معلوم کرتا ہوں۔" جاذب نے فوراً جیب سے سیل فون نکال کر صبا کا نمبر پش کیا تھا لیکن پاور آف سن کر وہ مایوس ہوا تو ثریا نے فوراً پوچھا۔

"کیا ہوا بیٹا؟"

"ارے ہونا کیا ہے۔" راحیلہ خاتون بول پڑیں۔ "لڑکی تمہارے ہاتھ سے نکل گئی اور اس کے لیے تم کسی کو الزام نہیں دے سکتیں۔ خود ذمہ دار ہو' توبہ توبہ۔ جوان جہان لڑکی اور تم یہاں کھڑے کیا کررہے ہو جاؤ اپنے کمرے میں۔" آخر میں جاذب کو گھر کا تو وہ ثریا سے نظریں چرا کر جانے لگا تھا کہ سلیم احمد کو آتے دیکھ کر رک گیا۔

"کیا ہوا؟" سلیم احمد یقیناً راحیلہ خاتون کی تیز آواز سن کر کمرے سے نکلے تھے۔

"وہ ابو صبا......" نگار بتانا چاہتی تھی کہ صبا آ گئی۔

"السلام علیکم!" صبا نے ایک ساتھ سب کو سلام کیا تو سلیم احمد تعجب سے پوچھنے لگے۔

"تم اس وقت آفس سے آرہی ہو؟"

"جی ماموں جی دیر ہوگئی۔ اصل میں آج باہر سے ایک ڈیلی گیشن آیا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ میٹنگ میں باس کے ساتھ مجھے بھی جانا پڑا۔ وہیں دیر ہوگئی۔" صبا نے سہولت سے جواب دیتے ہوئے ثریا کا دھواں دھواں چہرہ دیکھا تھا۔

"ایسی بات ہوا کرے بیٹا تو پہلے سے بتا دیا کرو یا فون ہی کردیتیں۔" سلیم احمد نے کہا تو وہ فوراً بولی۔

"میں نے فون کیا تھا ماموں جی۔" پھر راحیلہ خاتون کو دیکھ کر بظاہر سادہ انداز میں بولی تھی۔ "کیوں مامی جی میں نے آپ کو فون کرکے بتایا تھا ناں کہ مجھے آنے میں دیر ہو جائے گی۔"

"ہاں فون آیا تو تھا تمہارا لیکن دیر سویر کی بات تو تم نے نہیں کی تھی۔" راحیلہ خاتون صاف مکر گئیں۔

"آپ بھول رہی ہیں مامی جی۔" صبا نے بہت ضبط سے کہا تو راحیلہ خاتون بگڑ گئیں۔

"ارے اگر بھول گئی تھی تو اس وقت یاد آجاتا جب ثریا کو پریشان دیکھ رہی تھی' کہتی اس سے کہ بی بی پریشان مت ہو' تم نے دیر سے آنے کو کہا ہے۔"

"ارے بیگم ناراض کیوں ہورہی ہو' چلو صبا بھول گئی ہوگی۔" سلیم احمد نے بات ختم کرنا چاہی۔

"ہاں شاید میں ہی بھول جاتی ہوں۔" صبا دکھ سے کہتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی تو ثریا اس کے پیچھے لپکی تھیں۔

"یہ کیا کررہی ہو' کیوں مامی کا غصہ ادھر نکال رہی ہو۔" ثریا نے صبا کو الماری سے کپڑے نکال کر پھینکتے دیکھ کر ٹوکا تو وہ غصے سے بولی۔

"تو کیا کروں؟ مامی کے سامنے بولنے کی اجازت نہیں دیتیں ورنہ میں......"

"کیا چاہتی ہو تم' یہ جو سر چھپانے کی جگہ ہے یہ بھی چھن جائے۔" ثریا نے اسے دھکیل کر الماری بند کی تو وہ اور بپھر گئی۔

"کیوں چھن جائے' یہ گھر مامی جی کا نہیں ہے اور نہ ہی ماموں جی نے بنوایا تھا۔ نانا ابا کا گھر ہے اور اس پر آپ کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا دوسروں کا۔"

"حق کی بات مت کرو' میرا کوئی حق نہیں۔" ثریا نظریں چرا کر بولی تھیں۔

"یوں کہیں آپ کو اپنا حق منوانا نہیں آتا۔ دوسروں کی چاکری کرنے کا شوق ہے آپ کو۔"

"پھر وہی دوسرے...... یہاں کوئی دوسرا نہیں' سب میرے اپنے ہیں۔" ثریا نے ٹوک کر کہا تو صبا افسوس سے بولی۔

"ہاں اپنے' وہ بھی آپ کو اپنا سمجھیں تب ناں۔"

"بیٹا کیوں بے کار باتوں میں الجھتی ہو۔ ادھر آؤ میرے پاس آکر بیٹھو۔" ثریا نے عاجزی سے اسے پچکارا تو وہ زچ ہوگئی۔

"بس امی' نہ مجھے اموشنل بلیک میل کیا کریں' میں صرف آپ کی وجہ سے کمزور پڑ جاتی ہوں۔" وہ ثریا کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"مصلحت کا تقاضا یہی ہے بیٹا کہ ہم خاموش رہیں۔" ثریا اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے آزردگی میں گھر گئی تھیں۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)